ماہنامہ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

جنوری 2025ء

لوگوں سے نیک بات کہا کرو

(سورۃ البقرۃ 84:2)

لوگوں کے ساتھ نرمی اور اچھے طریق سے پیش آؤ

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (سورۃ البقرۃ 84:2) کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور اچھے طریق سے پیش آؤ۔ ان سے اچھے طریق سے بات کیا کرو۔ اب عام طور پر انسان دوسروں سے اکھڑ پن سے بات نہیں کرتا باوجود اس کے کہ بعض طبائع میں خشونت اور اکھڑ پن ہوتا ہے لیکن وہ ہر وقت اس کا اظہار نہیں کرتے۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے بات کرو تو ان سے نرمی اور ملاطفت سے پیش آؤ تو ایسے ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ اپنی اس خشونت اور اکھڑ پن کی طبیعت میں نرمی پیدا کرو اور کبھی بھی تمہارے سے ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جو دوسرے کو تکلیف پہنچانے والی ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/اکتوبر 2014ء خطباتِ مسرور، جلد 12، صفحہ 608)

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

جلد 54 : شمارہ 1

فہرست مضامین

قرآنِ مجید اور حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
ارشادات حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نئے سال کے لئے دعاوٴں کی تحریک	4
تقریر: تحریکِ جدید ایک الٰہی تحریک	6
نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا منع ہے	17
سالِ نو کی توہم پرستیاں اور جماعت احمدیہ کا مومنانہ کردار از مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر صاحب	21
اب دعائے نیم شب میں، کس کو میں یاد آوٴں گا!؟ از مکرم ناصر احمد وینس صاحب	24
محترمہ بشریٰ کھوکھر صاحبہ والدہ مکرم سلیم اختر فرحان کھوکھر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا وفات پا گئیں	30
گزشتہ سال 2024ء میں شائع ہونے والے بعض مضامین کی ایک فہرست از مکرم منیب احمد صاحب	31
بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	35
شعبہ تصاویر جماعت احمدیہ کینیڈا	

احمدیہ گزٹ کینیڈا کے قارئین کرام کی خدمت میں سالِ نو بہت بہت مبارک!

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جنوری 2025ء

رجب، شعبان 1446 ہجری قمری

صُلح 1404 ہجری شمسی

نگران

ملک لال خاں امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ، فرحان احمد حمزہ قریشی

معاون مدیران

شفیق اللہ، منیب احمد، محمد موسیٰ، حافظ مجیب الرحمٰن احمد اور محمد عمر اکبر

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

تزئین وزیبائش اور سرورق

شفیق اللہ، منیب احمد اور انوشہ منور

معاونین

غلام احمد عابدؔ اور بعض دوسرے

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

www.ahmadiyyagazette.ca

Tel:905-303-4000 Ext:2241

editor@ahmadiyyagazette.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرۃ 2:84)

اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین سے احسان (کا معاملہ) کرو گے اور (اسی طرح) قرابت دار یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی، اور یہ (عہد بھی لیا تھا) کہ لوگوں کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ کلام کیا کرو۔ اور نماز کو قائم رکھا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ مگر (اس کے بعد) تم میں سے چند ایک کے سوا (باقی سب (کے سب) اعراض کرتے ہوئے پھر گئے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کی عزت کرے اور جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔[2]

---

1 : (صَحِيح مُسْلِم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، باب الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا مِنَ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الإِيمَانِ)

2 : (ترجمہ از صحیح مسلم۔ جلد اوّل، صفحہ 48، مطبوعہ نور فاؤنڈیشن لندن، 2008ء)

ارشادات

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو

”اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔“ (شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 396)

مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ

”اُس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔“ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 11 تا 12)

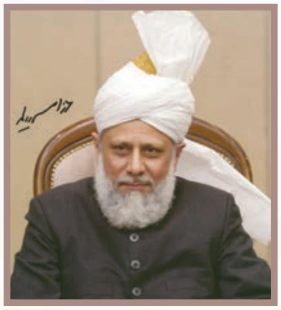

نئے سال میں دعاؤں کے ساتھ داخل ہوں

ارشادات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو افراد جماعت کے لیے، جماعت کے لیے من حیث الجماعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو افراد جماعت کے لیے، جماعت کے لیے من حیث الجماعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ ہر قسم کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور دشمن کے جو جماعت کے خلاف منصوبے ہیں ہر منصوبے کو خاک میں ملا دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں ان وعدوں کو ہم بھی اپنی زندگیوں میں کثرت سے پورا ہوتا ہوا دیکھیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ یہ نظارے بھی دکھائے۔ پس بہت دعائیں کرتے رہیں۔

نئے سال میں دعاؤں کے ساتھ داخل ہوں، تہجد کا بھی خاص اہتمام کریں۔

بعض مساجد میں ہو بھی رہا ہے۔ باقی جہاں نہیں ہے وہاں بھی کرنا چاہیے۔ انفرادی طور پر اگر اجتماعی طور پر نہیں تو انفرادی طور پر بھی اور گھروں میں بھی تہجد کی نماز ضرور خاص طور پر ادا کرنی چاہیے۔ دعا کرنی چاہیے۔ اول تو یہ مستقل عادت ہونی چاہیے لیکن کل سے جب پڑھیں یا آج رات سے تو اس کی بھی کوشش کریں کہ زندگیوں کا مستقل حصہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی دے۔

یہ دعائیں بھی درود شریف اور استغفار کے علاوہ کثرت سے پڑھا کریں کہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (آل عمران 3:9)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

پھر یہ بھی دعا پڑھیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران 3:148)

کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اورہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق دے۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 21/جنوری 2022ء صفحہ 9)

اپنے جائزے لیں کہ گزشتہ سال میں ہم نے اپنے احمدی ہونے کے حق کو کس قدر ادا کیا ہے

”آج کا جمعہ اس نئے سال 2015ء کا پہلا جمعہ ہے۔ مجھے مختلف لوگوں کے نئے سال کے مبارکباد کے پیغام آ رہے ہیں۔ فیکسیں بھی اور زبانی بھی لوگ کہتے ہیں۔ آپ سب کو بھی یہ نیا سال ہر لحاظ سے مبارک ہو۔ لیکن ساتھ ہی مَیں یہ بھی کہوں گا کہ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کا فائدہ ہمیں تبھی ہوگا جب ہم اپنے یہ جائزے لیں کہ گزشتہ سال میں ہم نے اپنے احمدی ہونے کے حق کو کس قدر ادا کیا ہے اور آئندہ کے لئے ہم اس حق کو ادا کرنے کے لئے کتنی کوشش کریں گے۔ پس ہمیں اس جمعہ سے آئندہ کے لئے ایسے ارادے قائم کرنے چاہئیں جو نئے سال میں ہمارے لئے اس حق کی ادائیگی کے لئے چستی اور محنت کا سامان پیدا کرتے رہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے اس کا حق نیکیوں کے بجالانے سے ہی ادا ہوگا لیکن ان نیکیوں کے معیار کیا ہونے چاہئیں۔ تو واضح ہو کہ ہر اس شخص کے لئے جو احمدیت میں داخل ہوتا ہے اور احمدی ہے یہ معیار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود مہیا فرما دیئے ہیں، بیان فرما دیئے ہیں اور اب تو نئے وسائل اور نئی ٹیکنالوجی کے ذریعہ سے ہر شخص کم از کم سال میں ایک دفعہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ معیاروں کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرے گا۔ اور ہمارے لئے یہ معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں کھول کر بیان فرما دیئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ دس شرائط بیعت ہیں لیکن ان میں ایک احمدی ہونے کے ناطے جو ذمہ داریاں ہیں ان کی تعداد موٹے طور پر بھی لیں تو تیس سے زیادہ بنتی ہے۔ پس اگر ہم نے اپنے سالوں کی خوشیوں کو حقیقی رنگ میں منانا ہے تو ان باتوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ جو شخص احمدی کہلا کر اس بات پر خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے وفات مسیح کے مسئلے کو مان لیا یا آنے والا مسیح جس کی پیشگوئی کی گئی تھی اس کو مان لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو یہ کافی نہیں ہے۔ بیشک یہ پہلا قدم ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ ہم نیکیوں کی گہرائی میں جا کر انہیں سمجھ کر ان پر عمل کریں اور برائیوں سے اپنے آپ کو اس طرح بچائیں جیسے ایک خونخوار درندے کو دیکھ کر انسان اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب یہ ہوگا تو تب ہم نہ صرف اپنی حالتوں میں انقلاب لانے والے ہوں گے بلکہ دنیا کو بدلنے اور خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا ذریعہ بن سکیں گے۔“

(خطباتِ مسرور۔ جلد 13، صفحہ 1 تا 2)

تحریکِ جدید ایک الٰہی تحریک

جماعت احمدیہ کینیڈا کے چھیالیسویں جلسہ سالانہ کے موقع پر بروز اتوار مؤرخہ 7؍جولائی 2024ء کے چوتھے اور اختتامی اجلاس کی صدارت مرکز کے نمائندہ مہمان خصوصی نے کی۔ حدیقہ احمد، انٹاریو میں اس اجلاس کی آخری تقریر مہمان خصوصی نے ''تحریکِ جدید ایک الٰہی تحریک'' کے موضوع پر کی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے خلفائے کرام، صحابہ کرامؓ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں تحریک جدید کے قیام کا تاریخی پس منظر، اغراض و مقاصد اور عالمگیر عظیم الشان کامیابیوں اور کامرانیوں کے شیریں ثمرات کا ذکر کیا۔ اور اس حوالہ سے بعض ایمان افروز واقعات بھی بیان فرمائے۔

مرکز کے نمائندہ خصوصی کا جامع، علمی اور ایمان افروز خطاب افادۂ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

تشہد، تعوذ، تسمیہ سورۃ الفاتحہ کے بعد درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا ؕ وَاللّٰہُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِہٖ ؕ وَہُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ۝

(سورۃ الرعد 42:13)

اصل موضوع پر آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ دو تین معاملات ہیں، ان کی طرف آپ کو توجہ دلا دوں۔

ایک تو جو اس طرح کی ذکر الٰہی کی مجالس ہیں، ان میں شامل ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ثواب کا موجب ہوتا ہے۔ جو لوگ بعض دفعہ بغیر وجہ کے اٹھ کر چلے جاتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ان فرشتوں کے حصار سے نکل جاتے ہیں، جنہوں نے اس طرح کی مجالس کو اپنے پَروں سے ڈھانپ لیا ہوتا ہے۔ میں آنحضرت ﷺ کی حدیث کا مکمل ترجمہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے ان مجالس کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور اس میں بیٹھنا اور ذکرِ الٰہی کرنا کس قدر ثواب اور انسان کی مغفرت اور بخشش کا موجب بنتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

> آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پَروں سے اس مجلس کو ڈھانپ لیتے ہیں اور ساری فضا ان کے سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اُٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے، کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ وہ جواب میں عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی کا بیان کر رہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں۔

پھر فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تیری پناہ چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری آگ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیتے۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری بخشش طلب کرتے ہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو پناہ دی جس سے انہوں نے میری پناہ طلب کی۔ (یہ اس مجلس میں شمولیت کا کتنا بڑا اجر ہے جو اللہ تعالیٰ ہم کو دیتا ہے۔)

اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس

میں فلاں خطا کار شخص بھی تھا وہ وہاں سے گزرا اور ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو تماش بین کے طور پر وہاں بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ (ذکر کرنے والے) ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بد بخت نہیں رہتا۔

(صحیح بخاری ۔ کتاب الدعوات ، باب فضل ذکر اللہ عز و جلّ)

تو اس لئے ان مجالس کو معمولی مجالس خیال نہیں کرنا چاہیئے اور اگر آپ کا کوئی حرج بھی ہو رہا ہے تو آپ تشریف رکھیں۔ آپ تو بڑی مختصر تقاریر سنتے ہیں۔ آپ لوگوں میں سے بہت کم لوگ ہیں جو یہاں بیٹھے ہیں جنہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور دیکھا ہے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں جمع ہوتی تھیں اور حضرت صاحبؓ کا خطاب شروع ہوتا تھا، عصر کا وقت ہوتا، مغرب کا وقت ہوتا، لال ٹینیں جلا دی جاتیں، بجلی بھی نہیں ہوتی تھی، اوپر سے سخت سردی شروع ہو جاتی تھی اور لوگ اسی پرالی پر بیٹھ کر اور کمبل اوڑھے ہوئے چادریں لئے ہوئے کئی گھنٹوں تک حضرت صاحبؓ کا خطاب سنتے تھے۔ اس لئے ہمیں اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنا چاہیئے ۔ یہ دینی مجالس تو سال میں ایک مرتبہ ہوتی ہیں ۔ 'پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار'۔ اس لئے ان دنوں سے بھرپور رنگ میں مستفیض ہونا چاہیئے۔

دوسرا پہلو جو خاکسار کو مختلف ممالک میں جا کر محسوس ہوا ہے ، وہ عہدیداران کے رویہ کے بارہ میں شکایات ہیں۔ یہ شکایات حضرت صاحب تک بھی جاتی ہیں، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ عہدیداران یا صدران جماعت یا امراء جو ہیں، ان کا مقام ایک باپ کا مقام ہے۔ اس لئے باپ اگر بعض اوقات سختی بھی کرے تو اسے برداشت کرنا چاہیئے۔ لیکن عہدیداران کا رویہ بعض اوقات احباب جماعت کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو فرمایا ہے۔

”عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہیے جب پہلے کم از کم 40 دن اس کے لیے رو رو کر دعا کی ہو“

(ملفوظات۔ جلد 7، صفحہ 79، ایڈیشن 1984ء)

اب یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ میرا نہیں خیال کہ ہم میں سے کوئی بھی کرتا ہو یا کرسکتا ہو لیکن بہرحال حسبِ توفیق دعا کرنی چاہیئے ، اگر آپ دیکھیں کہ اصلاح نہیں ہو رہی اور عہدیداران کا رویہ تکلیف اور ایذاء کا موجب بن رہا ہے تو پھر یہ دعا تو ہم کر سکتے ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَن لَّا يَرْحَمُنَا

(سنن ترمذی۔ الدعوات عن رسول اللہ)

یعنی اے ہمارے اللہ ایسے لوگوں کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اسی طرح حضور انور مربیان کو مخاطب ہو کر اکثر عاجزی اور انکساری اختیار کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں ۔ یہ صرف مربیان کے لئے نہیں ہے، سارے عہدیداران کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا کہ

”تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں“

اور اس کائنات میں سب سے زیادہ عاجز انسان آپ نے دیکھنا ہو تو وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔ اتنی عاجزی اور انکساری تھی کہ عرب کی ایک عام عورت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم مدینہ کی جس گلی میں چاہو میں کھڑا ہو کر تمہاری ساری بات تسلی سے سن سکتا ہوں (صحیح مسلم۔ کتاب الفضل)۔ پھر فتح مکہ کا ایک عظیم واقعہ ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک فاتح کے طور پر آپ ﷺ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ داخل ہوئے تو روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کا سر عاجزی اور انکساری سے اس قدر جھکا ہوا تھا کہ اونٹنی کے کجاوے سے ٹکرا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور ارفع مقام کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں ان الفاظ میں دی ہے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ الانشرح 5:94) یعنی ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ آنحضرت ﷺ میں اس قدر عاجزی اور انکساری تھی تو ہم بھی تو آپؐ کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے ، خاص طور پر وہ جن کے سپرد کوئی بھی خدمت ہے خواہ وہ ناظران ہیں ، وکلاء ہیں، مربیان ہیں ، امراء ہیں، صدران ہیں ، لجنہ اماء اللہ کی ممبرات ہیں یا انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے ممبران ہیں۔ یہ ایک وسیع تنظیمی ڈھانچہ ہے جس میں بتقاضائے بشریت کبھی کبھار کچھ غفلت یا سستی ہو جانا بعید از قیاس نہیں ہے پھر عہدیداران کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اس کے اہل ہیں ان کے سپرد یہ عہدے کیا کرو۔ اگر آپ جتھہ بنا کر، رشتہ داری یا برادری کی بنیاد پر ووٹ دے کر عہدیداران کو بناتے ہیں تو پھر آپ کو ایسے عہدیداران کے رویوں پر شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

پھر مہمان نوازی کا خُلق ہے اور یہ ایسی اعلیٰ صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس بارہ میں نہایت بلند مقام ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے کہ جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے آئے تو جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (سورۃ المعارج 70:11) یعنی آپ ایک بھنا ہوا بچھڑا ، ان کے پاس لے آئے اور ان سے کوئی سوال نہ پوچھا کہ کھانا کھایا ہے یا کھانا ہے۔ اکرام ضیف کا تقاضا ہے کہ جو آپ کے پاس ہے وہ پیش کر دیں اور کسی قسم کے تکلف سے کام نہ لیں۔ ہمارے جلسہ ہائے سالانہ اور اجتماعات پر جو مہمانان آتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہوتے ہیں ۔ ان کی مہمان نوازی بڑے اجر کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اسی طرح

مہمانان بھی اپنا قیام اتنا لمبا نہ کریں جس سے میزبان کو شکایات پیدا ہونا شروع ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تھی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کی کہ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ (صحیح بخاری۔ باب بدء الوحی) یعنی آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، (غریبوں کے) بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم نیکیاں کماتے ہیں اور مہمان نوازی کا حق ادا کرنے والے ہیں۔

ان چند گزارشات کے بعد میں اس آیت کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جس کی ابتداء میں تلاوت کی گئی تھی۔

ترجمہ: کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ یقیناً ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں اور اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے فیصلے کو ٹالنے والا کوئی نہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔ (سورۃ الرعد 42:13)

انبیاء اور ان کی جماعتوں کے بنیادی فرائض میں انبیاء کے ذریعہ دی گئی الٰہی تعلیمات کے نور سے دنیا کو منور کرنا، سچے دین کی اشاعت، کلام الٰہی کی تشہیر و ترویج اور اس کے ذریعہ سے تمام لوگوں کا تزکیہ کرنا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی امر کی شاہد ہے اور آپؐ کے بعد خلفاء راشدین و بزرگان امت نے بھی بدل وجان ان مقدس فرائض کی ادائیگی جاری وساری رکھی۔ احیاء اسلام کے دورِ ثانی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ایک بار پھر ان ہی فرائض کی انجام دہی کی تجدید فرمائی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھادے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔"

(ملفوظات۔ جلد دوم، صفحہ 219، ایڈیشن 1988ء)

بلاشبہ یہ سنت مستمرہ ان مقدس فرائض کی اہمیت اور عظمت پر گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپؑ کے جانشین خلفاء اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے محدود مالی وسائل کے باوجود چند سالوں میں اس پیغام کو ہر ممکن ذرائع سے دنیا کے بہت سے اہم ممالک تک پہنچا دیا تھا۔ ان ابتدائی سالوں میں مختلف ممالک میں تبلیغی اور تربیتی مشن قائم کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی 20 سالوں تک یہ تبلیغی، تربیتی اور اشاعتی سرگرمیاں باقاعدہ طور پر صرف چند ممالک تک محدود رہیں۔ نومبر 1934ء میں اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت اور اس کے القاء سے آپؓ کے ہاتھوں تحریک جدید کی بنیاد رکھی گئی جس سے ایک عظیم الشان نظام قائم ہوا اور یہ محدود تبلیغی، تربیتی اور اشاعتی سرگرمیاں عالمگیر صورت اختیار کر گئیں۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حسن و احسان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظیر قرار دیا، ان کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو اقتباس پیش کرتا چلوں۔ آپ نے فرمایا:

"خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریّت سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق و العلاء كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ" (یعنی آپ کا آنا ایسا ہو گا جیسے خدا زمین پر آ گیا ہو)۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 180)

پھر فرمایا:

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا اور مظہر الحق والعلا ہو گا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 181-182)

آپ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بھی آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں کہ

"آپ اُن ممتاز اَبنائے آدم میں سے تھے جو صدیوں ہی میں نہیں بلکہ ہزاروں سال میں کبھی ایک بار اُفقِ انسانیت پر طلوع ہوتے ہیں اور جن کی روشنی صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ بیسیوں انسانی نسلوں کو اپنی ضیاء پاشی سے منور کرتی رہتی ہے۔"

(دیباچہ سوانح فضل عمرؓ جلد 1، صفحہ 5)

بانی تحریک جدید حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تحریک کے بنیادی اصولوں کے متعلق فرمایا:

"تحریک جدید کی بنیاد درحقیقت انہی اصول پر ہے، جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اسلام کی بنیاد بھی اس بات پر رکھی گئی تھی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی تشہیر اور ترویج کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے،

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پیغام کو ساری دنیا تک پہنچائیں۔ ...پس تحریک جدید کی بنیاد بھی اس بات پر ہے کہ اسلام کے نام کو روشن کیا جائے اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا تک پہنچایا جائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 نومبر 1952ء بمقام ربوہ۔خطبات محمودؓ۔جلد 33،صفحہ 352)

آپ نے اس تحریک کے آغاز کے نازک حالات اور اس تحریک کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ زمانہ ہمارے لئے نہایت نازک ہے۔ مجھ پر بیسیوں راتیں ایسی آتی ہیں کہ لیٹے لیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنون ہونے لگا ہے اور میں اٹھ کر ٹہلنے لگ جاتا ہوں۔غرض یہی نہیں کہ واقعات نہایت خطرناک پیش آ رہے ہیں بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے... سلسلہ کے خلاف ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ جو میری ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔...

میں سمجھتا ہوں کہ وقت ایسا ہے کہ ہمیں اہم قربانی کی ضرورت ہے ۔ ... دشمن پوری کوشش کر رہا ہے اور سارا زور لگا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں جو جھنڈا دے گئے ہیں اسے گرا دے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہیں اور اگر ہاتھ کٹ جائیں تو پاؤں میں پکڑ لیں اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ایک کی جان چلی جائے تو دوسرا کھڑا ہو جائے اور اس جھنڈے کو پکڑ لے... یاد رکھو خدا تعالیٰ کے لئے مرنے والے کو کوئی مار نہیں سکتا اس بات کو پلے باندھ لو اور جب تم یہ ارادہ کر لو گے کہ خدا تعالیٰ کے لئے مرنا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تم کو مار نہ سکے گی۔ ہاں تم پر وہ موت آئے گی جو نبیوں کو سچے دل سے ماننے والوں پر آتی ہے مگر ناکامی کی موت نہیں آ سکتی کیونکہ تم جس پر گرو گے وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جو تم پر گرے گا وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا۔“

(رپورٹ مجلس شوریٰ منعقدہ 19 تا 21 اپریل 1935ء۔ خطباتِ شوریٰ، جلد اول، صفحات 638۔ 640، 645)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”تحریک جدید کیا ہے ؟وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عقیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ تُو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔اس کے آنے میں ابھی دیر ہے۔اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں۔...

غرض تحریک جدید گو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں ہے گویا وہ نظام اس کے مسیح کے لئے ایک ایلیاہ نبی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا ظہور مسیح موعود کے غلبہ والے ظہور کے لئے بطور ارہاص کے ہے۔ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے، وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے، وہ نظامِ نَو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔“

(نظامِ نو۔ انوار العلوم، جلد 16، صفحہ 111، 112)

تحریک جدید کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف بھی پورا ہو گیا جس میں حضور کو غلبہ دین حق کے لئے پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک روحانی فوج دی گئی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

”کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ 2:250)۔“

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 149)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 21/ اکتوبر 1936ء کو قادیان میں تقریر فرمائی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”اس سکیم میں بعض چیزیں عارضی ہیں۔ پس عارضی چیزوں کو میں بھی مستقل قرار نہیں دیتا۔ لیکن باقی تمام سکیم مستقل حیثیت رکھتی ہے کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے القاء کے نتیجہ میں مجھے سمجھائی گئی ہے۔ میں نے اس سکیم کو تیار کرنے میں ہرگز غور اور فکر سے کام نہیں لیا اور نہ گھنٹوں میں نے اس کو سوچا ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ میں اس کے متعلق خطبات کہوں۔ پھر ان خطبوں میں میں نے جو کچھ کہا وہ میں نے نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کیا

کیونکہ ایک منٹ بھی میں نے یہ نہیں سوچا کہ میں کیا کہوں۔ اللہ تعالیٰ میری زبان پر خود بخود اس سکیم کو جاری کرتا گیا اور میں نے سمجھا کہ میں نہیں بول رہا بلکہ میری زبان پر خدا بول رہا ہے۔‘‘

(مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں اہم ہدایات۔ انوار العلوم، جلد 14، صفحہ 281)

پھر فرماتے ہیں:

’’یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں... پس یہ خیال مت کرو کہ جو میں نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں تو وہ دوسرے سے یہی کہلوائے گا اور اس کے مرنے کے بعد کسی اَور سے۔ بہرحال چھوڑے گا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرا لے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/دسمبر 1935ء۔ خطباتِ محمودؓ، جلد 16، صفحہ 818-819)

نیز حضورِ انور نے جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر 26/دسمبر 1935ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں سمجھتا ہوں تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی۔ اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی، وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا۔ اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جب کہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔‘‘

(تحریکِ جدید کے مقاصد اور ان کی اہمیت۔ انوار العلوم، جلد 14، صفحہ 116)

تحریکِ جدید کا پس منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلے سال تحریک جدید کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1934ء میں سب سے پہلے قادیان میں اس تحریک کا آغاز فرمایا۔ یہ وہ دن تھے جب ابھی فضا میں احرار کے ان دعووں کی آواز گونج رہی تھی کہ ہم منارۃ المسیح کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور قادیان کو اس طرح مسمار کر دیں گے کہ وہاں قادیان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا اور ایک وجود بھی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لینے والا ہو۔...

اس پس منظر میں 1934ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تحریک کا آغاز فرمایا۔ اس وقت کے اقتصادی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اس وقت کی جماعت کی غربت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؓ نے اپنے اندازے کے مطابق 27 ہزار روپے کی تحریک فرمائی اور اس پر بھی آپؓ کا یہ تاثر تھا کہ اس وقت کے جماعت کے اقتصادی حالات مستقل طور پر یہ بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ اقتصادی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مستقل طور پر یہ تحریک جاری نہ کی جائے بلکہ چند سال کے لئے قربانی مانگی جائے۔ چنانچہ آپ نے 3 سال کے لئے اس چندے کا اعلان فرمایا جس کے ذریعے سے تمام دنیا میں تبلیغ کی داغ بیل ڈالی جانی تھی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 5 نومبر 1982ء۔ خطباتِ طاہرؒ۔ جلد1، صفحہ 251)

تحریکِ جدید جاری کرنے کا مقصد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے مسجد ناصر، ہارٹلے پول، برطانیہ میں فرمایا:

’’حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحریک جدید کو جاری کرنے کا مقصد یہی تھا کہ مبلغین تیار ہوں جو بیرونی ملکوں میں جائیں، وہاں مشن کھولے جائیں، مساجد تعمیر کی جائیں۔ ... اور احمدیت کے پیغام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ آپ نے ایک دفعہ بڑے درد سے فرمایا تھا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ دنیا کے چپہ چپہ پر مسجد بن جائے اور دنیا جس میں عرصہ دراز سے تثلیث کی پکار بلند ہو رہی ہے خدائے واحد کے نام سے گونجنے لگے۔ پس آج ہم خوش تو ہیں کہ عیسائیت کے گڑھ میں ہم نے خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے ایک اور مسجد کا افتتاح کر دیا ہے۔ لیکن یہ ہماری انتہا نہیں ہے۔ ہمارے مقصد تو تبھی پورے ہوں گے جب ہم ہر شہر میں، ہر قصبے میں اور ہر گاؤں میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے مسجد تعمیر کریں گے اور اس کو پھر خالصتاً خدائے واحد کی عبادت کرنے والی روحوں سے بھر دیں گے۔

پس یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ واقفین زندگی اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں اور اسی

روح کے ساتھ زندگیاں وقف کرنی چاہئیں ہمارے سارے مربیان کو، سارے واقفین زندگی کو اور یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ مجاہدین تحریک جدید مالی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں اور اس روح کے ساتھ قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ جب یہ جذبہ ہر دل میں ہوگا تو قربانیوں کے معیار بھی بڑھیں گے اور ہر ایک صرف اس وجہ سے تحریک جدید میں حصہ نہیں لے رہا ہوگا کہ مجبوری ہے اس کو سیکرٹری تحریک جدید کی طرف سے یا جماعت کی طرف سے توجہ دلائی گئی ہے، بلکہ دلی جوش اور جذبے کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس تحریک میں حصہ لے رہے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 11 نومبر 2005ء۔خطباتِ مسرور، جلدسوم،صفحہ 668)

1934ء میں یہ تحریک ساڑھے 27 ہزار روپیہ سے شروع ہوئی اور 66-1965ء میں اس کا سالانہ بجٹ 36 لاکھ روپے تک پہنچ چکا تھا۔1934 تک دنیا کے 20 ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا جبکہ 1965 میں دنیا کے مختلف براعظموں کے 40 ملکوں میں جماعت کے 136 مضبوط مشن قائم ہوئے اور ان کے علاوہ کئی ممالک میں منظم جماعتیں قائم ہوئیں۔ دیگر کئی ممالک میں باقاعدہ مبلغین کے ذریعہ احمدیت کا پیغام پہنچایا جا چکا تھا اور کئی ممالک میں لٹریچر کے ذریعہ احمدیت کو روشناس کرایا گیا تھا۔کئی ممالک میں اہم مقامات پر 311 شاندار بیوت الذکر تعمیر کی گئیں۔بیرونی ممالک میں 57 کالج اور سکول کام کر رہے تھے جن کے ذریعہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کے علوم کی تعلیم جاری تھی۔اشاعت اسلام کے لئے مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں 122 اخبارات اور رسائل جاری ہوئے۔قرآن کریم کے تراجم انگریزی، ڈچ، جرمن اور سواحیلی زبان میں شائع ہوئے۔تین زبانوں میں ترجمہ زیر اشاعت تھا۔ 12 اور زبانوں میں ترجمہ ہو چکا تھا جو بعد میں زیور اشاعت سے آراستہ ہوا۔لٹریچر کے لحاظ سے ٹریکٹ، پمفلٹ اور انگریزی اور عربی کی کتب کروڑوں کی تعداد میں تقسیم کی گئیں۔ملکی زبانوں میں ہر جگہ لٹریچر تیار کیا جا رہا تھا۔متعدد اہم کتابوں کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہوا۔ اشاعت لٹریچر پر قریباً پونے 2 لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کیا جا رہا تھا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تحریک جدید کی ترقیات کے تازہ کوائف بھی بیان کر دوں۔الحمدللہ دنیا کے 213 ممالک میں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔جہاں 4ہزار2سو10 مشن ہاوس قائم ہیں۔10ہزار سے زائد مساجد بنائی جا چکی ہیں۔3ہزار سے زائد مرکزی مبلغین اور 36سوسے زائد لوکل معلمین میدان عمل میں ہیں۔14ہزار8سو سے زائد جماعتیں قائم ہیں موصیان کی تعداد1لاکھ24ہزار8سو14ہو چکی ہے اور مختلف ممالک میں 13 مرکزی جامعات قائم ہیں۔

نومبر 2023ء تک تحریک جدید کی مالی قربانی میں شامل ہونے والوں کی تعداد 16 لاکھ 37 ہزار سے زائد ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں بیشمار رضا کار اس کی تشخیص، وصولی اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ گزشتہ سال جماعت عالمگیر کو 17.20 ملین پاؤنڈز کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔ یہ وصولی اس سے پچھلے سال سے 7 لاکھ 49 ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔

دنیا کے 104 ممالک میں 620 سے زائد ریجنل لائبریریوں کا قیام ہو چکا ہے۔رقیم پریس لندن کے تحت افریقہ کے 11 ممالک میں جماعتی پریس کام کر رہے ہیں۔لیف لیٹس اور فلائرز کی تقسیم کے منصوبے کے تحت گزشتہ سال 107 ممالک میں مجموعی طور پر 1 کروڑ 17 لاکھ 14 ہزار لیف لیٹس تقسیم کیے گئے جس سے 1 کروڑ 80 لاکھ 91 ہزار سے زائد افراد تک جماعت کا پیغام پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں واقفین نَو کی تعداد 80ہزار600 ہے، اِس میں 47 ہزار 222 لڑکے اور 33ہزار378 لڑکیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے مختلف علاقوں کے لیے ایم ٹی اے کے آٹھ چینلز چوبیس گھنٹے کی نشریات پیش کر رہے ہیں، ان چینلز پر 23 مختلف زبانوں میں رواں تراجم نشر کیے جاتے ہیں۔ ایم ٹی اے کے علاوہ مقامی ٹی وی پروگرام بھی پیش کیے گئے اس سال تین ہزار 266 ٹی وی پروگرامز کے ذریعہ 2 ہزار 8سو 48 گھنٹے وقت ملا۔

جماعت احمدیہ کے اپنے ریڈیوز کی تعداد 25 ہے۔ مالی میں 15، برکینا فاسو، سیرالیون، تنزانیہ گیمبیا کونگو کنشاسا میں بھی ہیں۔ جرمنی میں تین سٹیشنز قائم ہو چکے ہیں۔ وائس آف اسلام یوکے یورپ میں پہلا ریڈیو سٹیشن ہے۔ اب 9 شہروں تک کوریج وسیع ہوگئی ہے۔

گزشتہ سال 67 ممالک سے موصولہ رپورٹس کے مطابق 2 ہزار 9 سو اخبارات و رسائل نے 14سو94 جماعتی مضامین اور خبریں شائع کیں۔ ان کے پڑھنے والوں کی تعداد 22 کروڑ 57 لاکھ 68 ہزار ہے۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ میں 13 ممالک میں 37 جماعتی ہسپتال ہیں جن میں 42 مرکزی ڈاکٹر، 37 لوکل اور 8 وزٹنگ ڈاکٹر خدمت کر رہے ہیں۔ لائبیریا میں ایک کلینک زیر کارروائی ہے۔ 12 ممالک میں 616 پرائمری و مڈل اور 10 ممالک میں 80 سیکنڈری سکولز کام کر رہے ہیں جن میں 18 مرکزی اساتذہ خدمت کر رہے ہیں۔

(ریکارڈ وکالت تبشیر،2022ء)

ان ساری تفصیلات کے ساتھ جب حضرت اقدس مسیح

موعود علیہ السلام کے ان الہامات کو دیکھتے ہیں کہ

”مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔

”میں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دُوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبت دلوں میں ڈال دُوں گا۔“

تو دل بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔اس کیفیت کو مزید مہمیز اس وقت ملتی ہے جب پیشگوئی مصلح موعود کے یہ الفاظ سامنے آتے ہیں کہ

”وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔“

اسی کیفیت کی لطیف تفسیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ:

”تیسری پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کی تبلیغ اس کے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں ہو گی۔ یہ پیشگوئی بھی ایسے رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ ... غرض دنیا کے چاروں کونوں میں احمدیت میرے زمانہ میں اور میرے ذریعہ سے پھیلی اور ہزارہا لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے آشنا نہ تھے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے آشنا نہ تھے، جو اسلام کے دشمن، عیسائی مذہب کے پیرو یا بت پرست تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل کیا اور اس طرح مجھے اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا بنایا۔

(الموعود۔ انوار العلوم، جلد 17، صفحہ 876-878)

یہاں ضروری ہے کہ احباب جماعت کے سامنے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے حوالہ سے مزید کچھ عرض کرتا چلوں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”میں اسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے۔ آج نہیں، آج سے چالیس پچاس سال بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔“

(تقریر جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1961ء۔ انوار العلوم، جلد 26، صفحہ 541)

تحریکِ جدید کا مقام

تحریک جدید کے مقام کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”تحریک جدید جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ تحریک جدید کی ابتداء سے قبل اگرچہ احمدیت دنیا کے ملک ملک میں پہنچ چکی تھی اور قریباً ہر ملک میں دو ایک خاندان احمدیت کی طرف منسوب ہونے والے تھے لیکن منظم طور پر اس وقت کے ہندوستان سے باہر ابھی کام نہیں شروع ہوا تھا۔ اگرچہ جماعت اپنے مرکز اور اس ملک میں جہاں جماعت کا مرکز تھا، مضبوط ہو رہی تھی اور پھیل رہی تھی اور وسعت اختیار کر رہی تھی اور طاقت پکڑ رہی تھی۔ لیکن اپنے مرکز کے ملک سے باہر منظم اور وسیع اور مؤثر اور کامیاب کام ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ پھر تحریک کی ابتداء 1934ء میں ہوئی تو جس طرح کوئی طاقت اپنی حدود میں سمانہ سکے اور پھر وہ زور لگا کر باہر نکلے اور پھیلے، اس طرح جماعت احمدیہ کی طاقت، جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام کے غلبہ کے لئے قائم کیا تھا، ملک ہند میں سمانہ سکی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ وہ ملک ہند سے باہر نکلی اور بڑے زور اور جذبہ اور قربانیوں کے ساتھ جماعت نے بیرون ہند غلبہ اسلام کی مہم کی کامیاب اور شاندار ابتداء کی۔“

(خطبہ جمعہ 9 نومبر 1973ء۔ خطباتِ ناصرؒ۔ جلد 5، صفحہ 315)

تحریکِ جدید کے ثمرات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”ہم نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تائید سے جو تحریک مخالفین کے حملوں کو روکنے اور دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے جاری کی تھی جو یقیناً اس حکیم اور عزیز خدا سے تائید یافتہ تھی اور بڑی حکمت سے پُر تھی اور نظر آ رہا تھا کہ اس کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت نے دنیا میں پھیلنا ہے اور غلبہ حاصل کرنا ہے، جس کے تائید یافتہ ہونے کا ثبوت آج کل ہم دیکھتے ہیں تو دنیا میں پھیلے ہوئے جو جماعت کے مشن ہیں، مساجد ہیں اور پھر ہر سال جو سعید روحیں جماعت میں شامل ہوتی ہیں ان کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ مخالفین جو قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے اٹھے تھے،

یہ دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے تھے کہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، ان کا تو کچھ پتہ نہیں ہے کہ کہاں گئے لیکن جماعت احمدیہ، تحریک جدید کی برکت سے، مالی قربانیوں کی برکت سے، ایک ہونے کی برکت سے، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی برکت سے، خلافت کی آواز پر لبیک کہنے کی برکت سے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مالی قربانیوں کی برکت سے (جیسا کہ مَیں نے کہا) دنیا کے 189 ممالک میں پھیل چکی ہے (اب 213 ممالک) اور ہر ملک کا نیا شامل ہونے والا احمدی، مومنین کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد نیک اعمال بجا لانے اور اطاعت میں بڑھنے والا ہے اور مالی قربانیوں کی روح کی طرف توجہ دینے والا بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ پس یہ ہیں اس حکیم اور عزیز خدا کی قدرت کے نظارے جو جماعت کے حق میں وہ دکھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اس گروہ میں شامل رکھے جو ابتغاء لوجہ اللہ کے نمونے دکھانے والے ہوں اور ہم اسلام کے غلبہ کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔"

(خطبہ جمعہ 9 نومبر 2007ء خطبات مسرور، جلد5، صفحہ 453)

مخالفین کا اعتراف

تحریک جدید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جس نئے زمین اور آسمان کی بنیاد رکھی اس کا اعتراف جماعت احمدیہ کے مخالفین نے بھی خوب کیا ہے۔ ان میں سے چند کا ذکر یوں ہے کہ:

ایک غیر احمدی مولوی سمیع اللہ خان فاروقی صاحب جالندھری نے قیام پاکستان سے قبل "اظہار حق" کے نام سے 32 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ شائع کیا جس میں آپ نے "مرزا صاحب کی پیشگوئیاں" کے عنوان سے نمبر 6 پر تحریر کیا:

"دسمبر 1905ء میں آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لیے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب بھی رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم مولانا نور الدین صاحب کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطہ تک پہنچ گئی۔...

1891ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ اس وقت بظاہر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے کوئی اسباب موجود نہ تھے۔ لیکن ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ اس بے بسی کے عالم میں کی ہوئی پیشگوئی آج حرف بہ حرف پوری ہو رہی ہے اور مرزائیت دور دراز ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے۔ یورپ کے قریباً تمام ممالک میں مرزائی مبلغ پہنچ چکے ہیں اور بڑے بڑے لوگ مرزائیت کے حلقہ بگوش بن رہے ہیں۔"

(اظہار حق از سمیع اللہ خان فاروقی، صفحہ 16، 17، 23، 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کہی ہوئی بات کی صداقت ایک بار پھر کھل کر آشکار ہوتی ہے جب آپؓ نے فرمایا تھا کہ:

"احرار کا جن دنوں زور تھا لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اب جماعت تباہ ہو جائے گی مگر میں نے کہا میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھتا ہوں اور اس کے تھوڑے دنوں بعد ہی احرار کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور وہ دنیا میں ذلیل اور رُسوا ہو گئے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک سِکھ نے ایک رسالہ لکھا جس میں وہ میرا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ تم انہیں خواہ کتنا ہی جھوٹا کہو، ایک بات ایسی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور وہ یہ کہ جن دنوں احرار اپنے زور پر تھے اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ جماعت احمدیہ کو مٹا کر رکھ دیں گے ان دنوں امام جماعت احمدیہ نے کہا کہ میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی یہ بات بڑی شان سے پوری ہوئی۔ پہلے احرار جس تحریک کو بھی اپنے ہاتھ میں لیتے تھے کامیاب ہوتے تھے مگر اب ان کی یہ حالت ہے کہ وہ جس تحریک کو بھی اُٹھاتے ہیں اس میں ناکام ہوتے ہیں۔"

(خلافت راشدہ۔ انوار العلوم، جلد 15، صفحہ 147-148)

مخالفین کی ناکامیوں کے ساتھ ساتھ ان کا عبرتناک انجام بھی ان شاء اللہ، قریب تر ہے۔ ابتدا میں خاکسار

نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی تھی اس کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے اور اس کی تکذیب کی جاتی ہے تو طرح طرح کی آفتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں جن میں اکثر ایسے لوگ پکڑے جاتے ہیں جن کا اس تکذیب سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ائمۃ الکفر پکڑے جاتے ہیں اور سب سے آخر بڑے شریروں کا وقت آتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے: اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا یعنی ہم آہستہ آہستہ زمین کی طرف آتے جاتے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 166)

سنت اللہ یہی ہے کہ ائمۃ الکفر اخیر میں پکڑے جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے وقت جس قدر عذاب پہلے نازل ہوئے ان سب میں فرعون بچا رہا چنانچہ قرآن شریف میں بھی آیا کہ نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (سورۃ الرعد 42:13)۔

یعنی ابتدا عوام سے ہوتا ہے اور پھر خواص پکڑے جاتے ہیں اور بعض کے بچانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے آخر میں توبہ کرنی ہوتی ہے یا ان کی اولاد میں سے کسی نے اسلام قبول کرنا ہوتا ہے۔

(الحکم۔ جلد 6، نمبر 15، مورخہ 24/اپریل 1902ء، صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کی عظمت، بانی تحریک جدید کی زبانی یوں بیان کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تحریکِ جدید کے بانی تھے فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو، تحریک جدید خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے وہ اس کو ضرور ترقی دے گا اور اس کی راہ میں جو روکیں ہوں گی وہ ان کو دور کر دے گا اور اگر زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے اس کو برکت دے گا۔ پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور ان کی اولادوں کا خدا تعالیٰ خود متکفل ہو گا اور آسمانی نور ان کے سینوں سے اُبل کر نکلتا رہے گا اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔"

(خطبہ جمعہ مورخہ 7/نومبر 2003ء۔ خطبات مسرور، جلد اول، صفحہ 462)

تحریکِ جدید اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"تحریک جدید کے قیام کی وجہ دشمنانِ احمدیت کی بڑھتی ہوئی دشمنی تھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کا اجراء فرمایا تو اس وقت دشمن کے احمدیت کو ختم کرنے کے بڑے شدید منصوبے تھے لیکن آپؓ نے جب جماعت کے سامنے یہ تحریک رکھی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس منصوبے سے احمدیت کی تبلیغ پہلے سے زیادہ بڑھ کر اور شان سے ہندوستان سے باہر کے ممالک میں پھیلی۔

آج ہم جو مساجد بنا رہے ہیں یا مشن ہاؤسز کھول رہے ہیں، سینٹرز لے رہے ہیں اور جماعتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یہ اصل میں اسی تحریک کا ثمرہ ہے۔ پس آج آپ کو ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنی دعاؤں کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح انعامات سے نواز رہا ہے۔ ایک جوش کے ساتھ تبلیغ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک جوش کے ساتھ مالی قربانی کی ضرورت ہے اور یہی حقیقی شکرانہ ہے اور یہی دشمنوں کی کوششوں کا جواب ہے۔"

(خطبہ جمعہ 7 نومبر 2008ء خطبات مسرور، جلد 6، صفحہ 466)

مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں

تحریکِ جدید میں مالی قربانیاں کرنے والوں کے ایمان افروز واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تحریک جدید میں مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امیر صاحب برکینا فاسو نے یہ لکھا کہ فادا شہر کے صدر صاحب جماعت کہتے ہیں کہ اس سال جب عید الاضحیٰ آئی تو میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ گھر کھانا بھی پک سکتا۔ اس لئے قربانی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا یعنی عید پر بکرے کی جو قربانی کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں تحریک جدید کے بارے میں مربی صاحب بھی درس دیتے تھے۔ مالی قربانی کے بارے میں بھی اور تحریک جدید کے بارے میں انہوں نے توجہ دلائی۔ چنانچہ کہتے ہیں میں نے برکت کے لئے دو ہزار فرانک اس میں دے دیا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ میری

ضروریات پوری کر دے گا۔ بہر حال ایسا معجزہ ہوا کہ اگلے دن ہی ان کے چھوٹے بھائی نے ان کو آئیوری کوسٹ سے غیر معمولی طور پر بڑی رقم بھجوائی جس کی انہیں کوئی امید نہیں تھی جس سے عید کی قربانی کا بھی انتظام ہو گیا اور اُن کے گھر کے اخراجات کے لئے جو ضرورت تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں چند گھنٹے میں یہ دیکھ کر میرے ایمان میں مزید اضافہ ہوا۔'

پھر بینن سے ہمارے ساوے ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع جماعت پیل (Peulh) میں تربیتی اجلاس منعقد کیا گیا تو تحریک جدید کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا اور مالی قربانی کے بارے میں توجہ دلائی۔ اجلاس کے آخر پر دوستوں نے اپنا اپنا چندہ پیش کیا۔ ایک دوست نے پوچھا کہ میرے پاس رقم تو نہیں لیکن چندہ دینے کی خواہش ہے۔ اس پر وہاں کے مقامی مبلغ نے اس کی رہنمائی کی کہ حسب استطاعت جو کچھ ہے وہ پیش کریں۔ اس پر وہ دوست گئے۔ بڑے غریب تھے۔ گھر سے مرغی کے دو انڈے لے کر آئے کہ اس وقت میرے پاس یہ ہیں۔ تو ان کو اور جماعت کو بھی بتایا گیا کہ یہ ان کی حیثیت کے مطابق بہت بڑی قربانی ہے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی قربانی چھوٹی نہیں۔ بس نیت نیک ہونی چاہئے۔ یہ باتیں جو افریقہ کے دور دراز ممالک میں ہو رہی ہیں اس طرف بھی توجہ پھیرتی ہیں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تحریک پر غریب عورتیں اسی طرح مرغیاں اور انڈے لے کے آ جایا کرتی تھیں اور یہ اس لئے ہے کہ دین اسلام کی اشاعت کی تڑپ ان لوگوں میں ہے۔

پھر مالی کی ایک رپورٹ ہے۔ ایک پرانے احمدی ابوبکر جارہ صاحب نے کسی وجہ سے چندہ دینا چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ جماعتی پروگراموں میں بھی آنا چھوڑ دیا۔ اس پر انہیں کافی سمجھایا مگر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ایک عرصے کے بعد وہ ایک دن مشن آئے اور اپنا چندہ ادا کیا اور بتایا کہ آج رات انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ بہت گہرے پانی میں ڈوب رہے ہیں اور کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں آ رہا۔ اتنے میں وہ ایک کشتی دیکھتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوار ہیں۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کشتی میں اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی بھی چندہ دینے میں سستی نہ کرنا۔ اس خواب کے بعد انہوں نے جماعت سے پختہ وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی بھی وہ چندہ دینے میں سستی نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ جماعتی کاموں میں غفلت برتیں گے۔

دارالسلام تنزانیہ کے ایک احمدی دوست عیسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے نوے کی دہائی میں احمدیت قبول کی تھی۔ اس سے پہلے وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد ایمان میں کافی ترقی کی۔ اب ماشاء اللہ موصی ہیں اور مالی قربانی کرنے والے ہیں۔ ہمیشہ اپنی اور اپنی فیملی کا چندہ وعدے سے زیادہ ادا کرتے ہیں۔ جماعتی تعلیمات کو بجالانے میں پرانے احمدیوں سے بہت آگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دارالسلام تنزانیہ کے ریجنل پریذیڈنٹ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی شروع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے افضال اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھے ہیں۔ اتنی برکات نازل ہوئی ہیں کہ جو بیشمار ہیں۔ مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ خاکسار کا پہلے ایک گھر تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین گھروں کا مالک ہوں۔ میری اولاد بھی بہترین جگہ پر تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

نائیجیریا کی ایک جماعت اوکینے (Okene) کے صدر صاحب کہتے ہیں۔ خاکسار کچھ عرصہ مالی مشکلات کا شکار رہا اس کی وجہ سے کافی پریشانی ہوئی۔ پھر ایک دن مجھے خیال آیا کہ خاکسار نے تین ماہ سے چندہ ادا نہیں کیا۔ ممکن ہے اسی سبب خاکسار اس مالی پریشانی میں مبتلا ہو۔ اس پر مَیں نے تین ماہ بعد چار ہزار نائرہ چندہ ادا کیا۔ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی ماہ خاکسار نے ایک قطعہ زمین بیچا جس پر میرے مولیٰ کریم نے آٹھ لاکھ نائرہ کا منافع عطا فرمایا۔ اس وقت میرے ایمان کو جہاں مزید تقویت ملی وہیں یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ اگر اس کی راہ میں قربانی کرو گے تو وہ ضرور کئی گنا بڑھا کر تمہیں واپس لوٹائے گا۔ اب انہوں نے کوگی (Kogi) سٹیٹ کے کیپیٹل لوکوجا (Lokoja) میں جماعت کو مسجد اور مشن ہاؤس کے لئے ایک بہت بڑا پلاٹ بھی شہر کے علاقے میں لے کر دیا ہے۔

اسی طرح بشیر الدین صاحب قادیان کے نائب وکیل المال ہیں یہ کہتے ہیں کہ جماعت کے ایک مخلص دوست نے اڑھائی گنا اضافے کے ساتھ اپنا وعدہ لکھوایا اور اپنے آفس کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب یہ وہاں گئے۔ کچھ ہی دیر کے بعد موصوف نے سیکرٹری صاحب

تحریک جدید کو فون کیا اور بتایا کہ وعدہ لکھوا کر مسجد سے باہر نکلتے ہی مجھے اپنے کاروبار میں مزید منافع ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ زائد منافع یقیناً اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور تحریک جدید کی برکت سے ہوا ہے۔ لہٰذا آپ میرا وعدہ دوگنا کر دیں۔ اڑھائی گنا اضافہ پہلے ہی وہ کر چکے تھے اب اس کو بھی دوگنا کر دیا اور اللہ کے فضل سے مکمل ادائیگی کر دی۔

سوئٹزرلینڈ سے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ بیتم ریڈزپی (Betim Redzepi) صاحب ہمارے ایک مقدونین نژاد سوئس ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے اکتوبر میں بیعت کی تھی۔ تحریک جدید کے سال ختم ہونے میں صرف پانچ دن باقی تھے۔ جماعت میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ایک ہزار سوئس فرانک کی غیر معمولی رقم بغیر وعدے کے تحریک جدید میں ادا کر دی اور اگلے سال کا وعدہ بھی ایک ہزار لکھوا دیا۔ پھر دوران سال جب انہیں مالی قربانی کی اہمیت کا پتا چلا تو انہوں نے اپنا وعدہ دوگنا کر دیا اور تحریک جدید کے ساتھ ساتھ وقف جدید میں بھی دوہزار فرانک کا وعدہ لکھوا دیا۔ موصوف جس کمپنی میں کام کرتے ہیں اس نے انہیں ایک ایسے کورس کی آفر کر دی جو بہت مہنگا ہوتا ہے۔ یہ کمپنی بالعموم صرف ان ملازمین کو ہی کورس کرواتی ہے جن کے پاس تجربہ ہو اور جن کی عمر 35 سال سے زائد ہو۔ اور بہت سے لوگ یہ کورس کرنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن انہیں یہ موقع نہیں ملتا۔ وہ کہتے ہیں کہ میری عمر تئیس سال ہے اور میں نے اس کورس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا لیکن کمپنی نے خود مجھے یہ کورس کروانے کی آفر کر دی۔ یقیناً یہ مالی قربانی کی برکت کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔

(خطبہ جمعہ 7 نومبر 2014ء۔خطبات مسرور، جلد12، صفحہ 665)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تبلیغ اسلام کا جوش اور ولولہ آپ کے منظوم کلام سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں:

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام ، کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی، کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے، ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ، ہلا نا پڑے ہمیں

تحریک جدید کے اجراء اور پوری دنیا میں توحید اور اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا لہرانے کا جو جوش اور ولولہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں موجزن تھا اس کو آپ نثر میں سیرِ روحانی میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

”اب خدا کی نَوبت (غیرت) جوش میں آئی ہے ۔ اور تم کو ، ہاں تم کو، ہاں تم کو، خدا تعالیٰ نے پھر اس نَوبت خانہ کی ضرب (خدمت) سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نَوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قَرنَا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ ﷺ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے ۔ پس میری سنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے ۔ میری آواز نہیں میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔“

(سیر روحانی نمبر 7۔ انوار العلوم، جلد 24 ، صفحہ 338۔339)

”اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ذات جب تک توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔“ (ملفوظات، جلد1، صفحہ 422، ایڈیشن 1984ء)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا منع ہے

یہ مضمون حضورِ انور کی ہدایات اور راہنمائی کی روشنی میں تیار ہوا ہے اور لندن مرکز سے بغرضِ اشاعت بجھوایا گیا ہے۔ چنانچہ حسبِ ارشاد مرکز افادۂ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جارہاہے۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا منع ہے

کینیڈا میں ہونے والی ایک مجلس سوال و جواب میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بارہ میں محترم مفتی صاحب نے ایک مختصر جواب دیا تھا، جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شاید نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے۔ کیونکہ آج کل غیر احمدیوں کی ایک بھاری تعداد خاص طور پر حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جبکہ عرب ممالک میں اس کا کوئی خاص رواج نہیں ہے۔ تاہم اس بارہ میں درست تعلیم احباب جماعت تک پہنچانے کیلئے ذیل میں کچھ حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے آغاز اور اختتام کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

(سنن ترمذی۔کتاب الطهارة بَابُ أَنَّ مِفْتَاحَ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ)

یعنی اللہ اکبر کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور سلام کہنے پر نماز ختم ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نمازوں کے بعد عموماً سنتیں اور نوافل گھر جا کر ادا فرمایا کرتے تھے لیکن گھر جانے سے پہلے فرضوں کی ادائیگی کے بعد آپ استغفار اور بعض دیگر مسنون دعائیں پڑھتے تھے۔ نیز صحابہؓ کو بھی آپ نے نماز کے بعد بعض دعائیں پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔ لیکن ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں مل سکی جس میں یہ ذکر ہو کہ حضور ﷺ ہر نماز کے بعد لازمی طور پر تمام مقتدیوں کے ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے۔ البتہ بعض خاص مواقع پر آنحضور ﷺ نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اسلام کی خدمت اور اس کی تجدید کے لئے مبعوث ہونے والے آپؐ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے متعدد مواقع پر اس بابت ارشاد فرمایا ہے کہ ہمیں جو بھی دعا کرنی ہو وہ نماز کے اندر کرنی چاہیے۔ نیز یہ کہ نماز کے بعد بالالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کے فرزند حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی بیان کرتے ہیں:

”خدا کی مہربانی سے مجھے وہ وقت یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب کہ حضور نے نماز کے اندر دعا کرنے کے متعلق تقریر فرمائی۔ جس کا مطلب میری عبارت میں یہ ہے کہ یہ رسم پڑ گئی ہے کہ نماز کے اندر دعا نہیں کرتے۔ نماز کو بطور رسم و عادت جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ اور جب سلام پھیر چکتے ہیں تو لمبی لمبی دعائیں بڑی تضرع سے مانگتے ہیں حالانکہ نماز کے اندر دعا چاہیے۔ نماز خود دعا ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ بندہ اس میں اپنے رب سے دین و دنیا کے حسنات طلب کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اپنی کوئی حاجت پیش نہ کی اور جب دربار سے رخصت ہو کر باہر آئے تو درخواست کرنی شروع کر دی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نماز پنجگانہ کی جماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی اس تقریر سے پہلے برابر پانچ وقت کی جماعت کے بعد بالالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی تھی۔ امام نماز حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ، حضرت اقدس، سب مقتدی نماز فرض کا سلام پھیر کر ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ مجھے اس طریق پر سب کا مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا یاد ہے۔ کیونکہ میں بھی سب کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر

دعا کیا کرتا تھا۔ اس تمام تقریر میں حضرت اقدس نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کو اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا آئندہ ایسا نہ کیا کریں۔ لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جس وقت حضور کی یہ تقریر سنی اس کے بعد نماز کے سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چھوڑی دی۔ اور اس وقت سے یہی طریق جاری ہے۔“

(افتخار الحق یا انعامات خداوند کریم۔صفحہ 494-495،مطبوعہ نقوش پریس لاہور)

حضرت مولوی سید محمود شاہ صاحبؓ نے جو سہارنپور سے آئے تھے، حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ہم لوگ عموماً نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں لیکن یہاں قادیان میں ایسا نہیں ہوتا؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ایک مفصل تقریر فرمائی۔ جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

اصل یہ ہے کہ ہم دعا مانگنے سے تو منع نہیں کرتے اور ہم خود بھی دعا مانگتے ہیں اور صلوٰۃ بجائے خود دعا ہی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ ہندوستان میں یہ عام بدعت پھیلی ہوئی ہے کہ تعدیل ارکان پورے طور پر ملحوظ نہیں رکھتے اور ٹھونگے دار نماز پڑھتے ہیں گویا وہ نماز ایک ٹیکس ہے جس کا ادا کرنا ایک بوجھ ہے اس لئے اس طریق سے ادا کیا جاتا ہے جس میں کراہت پائی جاتی ہے حالانکہ نماز ایسی شے ہے کہ جس سے ایک ذوق، انس اور سرور بڑھتا ہے۔ مگر جس طرز پر نماز ادا کی جاتی ہے اس سے حضورِ قلب نہیں ہوتا اور بے ذوقی اور بے لطفی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ بے ذوقی اور بے حضوری پیدا کرنے والی نماز نہ پڑھیں بلکہ حضورِ قلب کی کوشش کریں جس سے اُن کو سرور اور ذوق حاصل ہو۔ عام طور پر یہ حالت ہو رہی ہے کہ نماز کو ایسے طور سے پڑھتے ہیں کہ جس میں حضور قلب کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ جلدی جلدی اس کو ختم کیا جاتا ہے اور خارج نماز میں بہت کچھ دعا کے لئے کرتے ہیں اور دیر تک دعا مانگتے رہتے ہیں حالانکہ نماز کا (جو مومن کی معراج ہے) مقصود یہی ہے کہ اس میں دعا کی جاوے۔۔۔

مومن کو بے شک اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت دعائیں کرنی چاہئیں۔ مگر نماز کے بعد جو دعاؤں کا طریق اس ملک میں جاری ہے وہ عجیب ہے۔ بعض مساجد میں اتنی لمبی دعائیں کی جاتی ہیں کہ آدھ میل کا سفر ایک آدمی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنی جماعت کو بہت نصیحت کی ہے کہ اپنی نماز کو سنوارو، یہ بھی دعا ہے۔۔۔

جو شخص دل میں یہ خیال کرے کہ یہ بدعت ہے کہ نماز کے پیچھے دعا نہیں مانگتے۔ بلکہ نمازوں میں دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بدعت نہیں۔۔۔

ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد دعا کرنا فرض نہیں ٹھہرایا اور رسول اللہ ﷺ سے بھی التزامی طور پر مسنون نہیں ہے، آپؐ سے التزام ثابت نہیں ہے۔ اگر التزام ہوتا اور پھر کوئی ترک کرتا تو یہ معصیت ہوتی۔ تقاضاء وقت پر آپ نے خارج نماز میں بھی دعا کر لی۔ اور ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ آپ کا سارا ہی وقت دعاؤں میں گزرتا تھا لیکن نماز خاص خزینہ دعاؤں کا ہے جو مومن کو دیا گیا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ جب تک اس کو درست نہ کرے اور طرف توجہ نہ کرے کیونکہ جب نفل سے فرض جاتا رہے تو فرض کو مقدم کرنا چاہئیے۔ اگر کوئی شخص ذوق اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پھر خارج نماز بے شک دعائیں کرے ہم منع نہیں کرتے ہم تقدیم نماز کی چاہتے ہیں اور یہی ہماری غرض ہے۔

(الحکم نمبر 38۔جلد 6، مورخہ 24 اکتوبر 1902ء، صفحہ 11،12)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب یہ تقریر ختم کر چکے تو حضرت مولوی سید محمد احسن صاحبؓ فاضل امروہی نے سائل کو مخاطب کر کے کہا کہ صاحب سفر السعادۃ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ نماز کے بعد دعا کی حدیث ثابت نہیں۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

میرا مذہب یہ ہے کہ حدیث کی بڑی تعظیم کرنی چاہیے کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ سے منسوب ہے جب تک قرآن شریف سے متعارض نہ ہو تو مستحسن یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے مگر نماز کے بعد دعا کے متعلق حدیث سے التزام ثابت نہیں۔ ہمارا تو یہ اصول ہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاوے جو قرآن شریف سے مخالف نہ ہو۔ (الحکم نمبر 39۔جلد 6، مؤرخہ 31 اکتوبر 1902ء، صفحہ 1)

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں تحریر کرتے ہیں:

میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ ناقل) ایک دفعہ

فرمایا کہ دعا نماز میں کرنی چاہیئے رکوع میں، سجدہ میں، بعد تسبیحات مسنونہ اپنی زبان میں دعا مانگے۔بعض لوگ نماز تو جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں اور بعد نماز ہاتھ اٹھا کر لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب سامنے کھڑا ہو اس وقت مانگتا نہیں۔ جب باہر آجائے تو پھر دروازہ جاکھٹکھٹانے لگے۔ نمازی نماز کے وقت خدا تعالیٰ کے حضور سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت تو جلدی جلدی نماز پڑھ لیتا ہے اور کوئی حاجت یا ضرورت خدا تعالیٰ کے حضور پیش نہیں کرتا لیکن جب نماز سے فارغ ہو کر حضوری سے باہر آجاتا ہے پھر مانگنا شروع کرے (یہ ایک قسم کی سوئے ادبی ہو گی) اس کے یہ معنے نہیں کہ بغیر نماز دعا جائز نہیں، صرف یہ مطلب ہے کہ نماز کے وقت خاص حضوری ہوتی ہے اس وقت ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بہتر ہے کہ نماز کے اندر دعا کرے وہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

(سیرۃ المہدی جلد دوم۔حصہ پنجم، روایت نمبر 1471، صفحہ 261، مطبوعہ مئی 2008ء)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اپنی کتاب ذکرِ حبیب میں ”اپنی زبان میں دعا“ کے عنوان کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درج ذیل ارشاد درج کیا ہے:

نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیئے کیونکہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے۔سورہ فاتحہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہیئے اور قرآن شریف کا حصہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیئے اور اس کے بعد مقررہ دُعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی زبان میں پڑھنی چاہئیں لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیے اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دُعائیں مانگنی چاہئیں تا کہ حضورِ دل پیدا ہو جائے کیونکہ جس نماز میں حضورِ دل نہیں وہ نماز نہیں۔ آج کل لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو ٹھونگیدار پڑھ لیتے ہیں، جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں، جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دُعا کی جائے۔ نادان لوگ نماز کو ٹیکس جانتے ہیں اور دُعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دعا ہے۔ دین و دنیا کی تمام مشکلات کے واسطے اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ نماز کے اندر ہر موقع پر دُعا کی جاسکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح، التحیات کے بعد کھڑے ہو کر، رکوع کے بعد بہت دُعائیں کرو تا کہ مالا مال ہو جاؤ۔

(ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صفحہ 158۔159، نیا ایڈیشن)

فرمایا: جو لوگ نماز عربی میں جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے مطلب کو نہیں سمجھتے اور نہ انہیں کچھ ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ اُن کی مثال اُس شخص کی ہے جو بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور تخت کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی عرضی پیش کی جو کسی سے لکھوائی تھی اور بغیر سمجھنے کے طوطے کی طرح اُسے پڑھ کر سلام کر کے چلا آیا اور دربار سے باہر آکر شاہی محل کے باہر کھڑے ہو کر پھر کہنے لگا کہ میری یہ عرض بھی ہے اور وہ عرض بھی ہے۔ اُسے چاہیئے تھا کہ عین حضوری کے وقت اپنی تمام عرضیں پیش کرتا۔

فرمایا: ایسے لوگوں کی مثال جو نماز میں دعا نہیں کرتے اور نماز کے خاتمہ کے بعد لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ اُس شخص کی طرح ہے جس نے یکے کی چوٹی کو الٹا کر زمین پر رکھا اور پہیے اوپر کی طرف ہو گئے اور پھر گھوڑے کو چلایا کہ اُس یکے کو کھینچے۔

(ذکرِ حبیب از مفتی محمد صادق۔صفحہ 155، نیا ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

آج کل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں، ٹکریں مارتے ہیں، نماز تو بہت جلد جلد مرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر پڑھ لیتے ہیں اور پیچھے دعا کے لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے۔ نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا حال عرض کرنے کا موقع بھی ہو لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے، اس سے کیا فائدہ۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔تم کو جو دعائیں کرنی ہوں نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدعا کو ملحوظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے شروع ہی میں دعا سکھائی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دعا کے آداب بھی بتا دیئے ہیں۔سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا لازمی ہے اور یہ دعا ہی ہے

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل دعا نماز ہی میں ہوتی ہے۔

(الحکم نمبر 23۔جلد 6، مؤرخہ 24 جون 1902ء، صفحہ 2)

پس مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جلدی جلدی نماز ادا کر کے اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر لمبی لمبی دعائیں کرنے کا جو طریق جاری ہو گیا ہے، وہ بدعت کا ایک رنگ رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک ایسے موقعہ کا ذکر ملتا ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سلسلہ میں مفتی سلسلہ محترم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب کی روایت ہے کہ 1974ء میں جب جماعت کے خلاف فسادات اور ہنگامے ہو رہے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد روزانہ مسجد میں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کی جایا کرے چنانچہ کئی ماہ تک روزانہ نماز مغرب کے بعد مسجد مبارک ربوہ میں اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی رہی۔

اس سلسلہ میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درج ذیل اعلان بھی روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہوا تھا:

> کل کے الفضل میں دوست میرا پیغام پڑھ چکے ہوں گے اور دعاؤں میں مصروف ہوں گے۔ انفرادی دعاؤں کے علاوہ اُن مقامات پر جہاں نماز باجماعت کا اہتمام ہے احباب کثرت کے ساتھ روزانہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد رب کریم، البرالرحیم کے حضور الحاح کے ساتھ عاجزانہ اور پُرسوز اجتماعی دعائیں بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

(روزنامہ الفضل ربوہ نمبر 129۔جلد 28/63، مورخہ 09 جون 1974ء صفحہ 1)

اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دراصل وقت اور حالات کی ضرورت کے پیش نظر ایک وقتی فیصلہ ہی تھا، اس لئے کچھ وقت کے بعد آپ ہی کے عہد خلافت میں اس پر عمل بند ہو گیا۔

اور جس طرح بئر معونہ و رجیع کے مواقع پر صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے کی تکلیف دہ گھڑی میں دشمنان اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے حصول کے لئے آنحضور ﷺ نے ایک ماہ تک نماز فجر میں قنوت فرمایا تھا اور بعد میں اس طریق کو ختم کر دیا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی باب غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ)

اسی طرح 1974ء کے پُر آشوب حالات میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر اس اجتماعی دعا کا ارشاد فرمایا تھا۔ اس لئے آپ کے اس ارشاد سے عمومی اجازت کا استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں اگر کوئی نماز کے بعد یہ کہے کہ میں سفر پر جا رہا ہوں۔ اس لئے آئیں ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیں تو یہ وقتی باتیں ہیں۔ اور ایسے مواقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کر لینا گناہ نہیں۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر باقاعدگی کے ساتھ دعا کرنا، نہ آپ کا تعامل تھا، اور نہ ہی التزام۔ اس لئے آپ نے اسے جاری نہیں رکھا بلکہ استفسار پر فرمایا کہ دعا کرنی ہے تو نماز میں کرو۔ اس لئے ہم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے اور نہ ہی ایسا کرنا چاہئیے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے آخر میں اس کی مناہی فرما دی۔ اس لئے اس طریق پر اگر کوئی دعا کرے گا تو وہ ناپسندیدہ فعل ہو گا اور منع ہے۔ لہٰذا احباب جماعت کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نئے سال کی دعا

اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ۔ (معجم الصحابة للبغوي1539)

اے اللہ اس سال کو ہمارے اوپر امن اور ایمان اور اسلام کے ساتھ اور شیطان سے بچاؤ اور رحمان کی رضامندی کے ساتھ داخل فرما۔ (آمین)

سالِ نو کی توہّم پرستیاں
اور جماعت احمدیہ کا مومنانہ کردار

مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر صاحب موروگورو، تنزانیہ

توہم پرستی (superstition) جہالت اور خوف کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عقائد اور رسومات ہیں جن کی کوئی عقلی اور منطقی دلیل موجود نہیں ہوتی۔ نفسیاتی طور پر اگرچہ خوف کا بہت بڑا عنصر ان رسومات کی وجہ ضرور ہوتا ہے مگر ان کی اصل اور بنیادی وجہ علم کی کمی اور جہالت ہے۔ علم انسان کے اندر شعور، معرفت اور یقین پیدا کرتا ہے جس سے انسان توہم پرستی جیسی لغویات سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۝ (سورۃ المومنون 3:23)

ترجمہ : اور مومن وہ ہیں جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

توہم پرستی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی تاریخ۔ اس میں ہر نسل، قوم اور قبیلے کے لوگ شامل ہیں۔ ترقی یافتہ قومیں ہوں یا ترقی پذیر ممالک کے باشندے، دہریہ اور مادیت پرست انسانوں سے لے کر تمام مذاہب کے ماننے والے بھی توہم پرستی سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکے۔ اسلام سے قبل عربوں میں لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا تھا اور انہیں نحوست سمجھ کر زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ صفر کے مہینے کو بلاؤں اور حادثات کا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ ستاروں کی گردش کے ساتھ اپنی قسمت کو جوڑ دینا وغیرہ اسطرح کی بے شمار توہم پرستیاں تھیں جو ان میں پائی جاتی تھیں۔ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا کر کے ایسی تمام لغویات کا خاتمہ کر دیا اور تقدیر خیر و شر کا منبع خدا تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ

(سورۃ یونس 10:108)

ترجمہ: اور اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو کوئی نہیں جو اُسے دور کرنے والا ہو مگر وہی۔ اور اگر وہ تیرے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے بیان فرمایا کہ خدا کی پیدا کردہ کسی چیز میں نحوست نہیں پائی جاتی اور اچھائی اور برائی کا دارو مدار انسان کے اعمال پر منحصر ہے۔ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم جس دن فوت ہوئے اس دن سورج گرہن تھا اور بعض لوگوں نے اسے وفات کی وجہ قرار دیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرمائی اور ایسے خیالات سے منع فرمایا۔

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں توہم پرستی نہ پائی جاتی ہو مگر برصغیر پاک و ہند اور براعظم افریقہ اس میں سرفہرست ہیں۔ ہندو کلچر اور اس کے زیر اثر مسلم معاشرہ بڑی بری طرح اس کا شکار ہوا اور اب تو یہ ایک باقاعدہ منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ لوگوں کی جہالت کا فائدہ اٹھا کر اور ان میں خوف پیدا کر کے تعویز گنڈوں اور فالیں نکال کر پیسے بٹورنے کا دھندا زوروں پر ہے۔ سڑکوں پر بیٹھے جاہل خود ساختہ نجومی طوطوں کے ذریعہ قسمت کا حال بتا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ خیال کہ اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو وہ دن اور سفر منحوس ہو جاتا ہے، گھر کی منڈیر پر کوے کے بولنے کا مطلب کسی مہمان کی آمد ہونا، ہچکیاں آئیں تو سمجھنا کہ کوئی بہت یاد کر رہا ہے، ہاتھوں میں خارش کو دولت ملنے سے تعبیر کرنا، مختلف قسم کے پتھروں اور نگینوں کو اپنے لئے متبرک سمجھ کر ان کا استعمال کرنا، سفر پر جانے سے پہلے ستاروں کی گردش سے سفر کے متبرک یا تکلیف دہ ہونے کی فال نکال کر سفر پر جانے یا نہ جانے کا فیصلہ کرنا وغیرہ اس طرح کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہ سب توہم پرستی خدا کی قدرت پر ایمان اور یقین کی کمی کا نتیجہ ہے اور زیادہ تر یہ بیماری عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ جنّات، بھوتوں اور چڑیلوں کا خوف خاص طور پر عورتوں کے ذہنوں پر مسلط رہتا ہے اور آئے دن پیروں فقیروں اور عاملوں سے سخت نقصان اٹھانے کے باوجود ان توہمات کا سلسلہ جاری ہے۔

ایک بادشاہ کی کہاوت مشہور ہے کہ وہ بہت توہم پرست تھا، اس کی کوشش ہوتی کہ صبح اُٹھ کر کسی خوش شکل شخص کو دیکھے تا کہ سارا دن اچھا گزرے اور اگر کسی بدصورت شخص پر صبح سویرے پہلی نظر پڑتی تو ایسے شخص کو نحوست کی علامت سمجھ کر اس کا سر قلم کروا دیتا۔ ایک روز علی الصبح ایک فقیر بوسیدہ کپڑوں میں اسے نظر آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے اور بعد ازاں اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ جس روز اس کا سر قلم کیا جانا تھا تو اس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی۔ اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے چنانچہ

اسے پردے کی اوٹ سے بادشاہ سے ملوایا گیا تا کہ بادشاہ کی اس پر نظر نہ پڑے۔ فقیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ بادشاہ سلامت میں آپ کے لئے منحوس نہیں بلکہ آپ میرے لئے منحوس ہیں کیونکہ اگر میں منحوس ہوتا تو جو مصیبت اس وقت مجھ پر آئی ہے وہ آپ پر آتی جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بادشاہ کو بات سمجھ آگئی کہ یہ سب وہم پرستی ہے اور نحوست کا کسی شخص سے یا اس کی بدصورتی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ بادشاہ نے فقیر کی جان بخشی کی اور اپنی اس روش سے توبہ کر لی۔

- اسپین میں اگر مہینے کی 13 تاریخ کو منگل کا دن آجائے تو اسے قومی طور پر بدقسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ چین میں 8 کا ہندسہ مبارک اور 4 کا ہندسہ منحوس سمجھا جاتا ہے۔
- روس میں خالی بالٹی کہیں لے جانے کو برا شگون سمجھا جاتا ہے۔
- سوئٹزرلینڈ اور نیدرلینڈ کے لوگ شادی کے بعد گھر کے باہر صنوبر کا درخت لگاتے ہیں کہ یہ ان کے تعلقات میں مضبوطی ڈالے گا۔

توہم پرستی پھیلانے میں میڈیا نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اخبارات روزانہ قسمت کا حال شائع کرتے ہیں اور ریڈیو ٹیلی وژن پر ’’آپ کا ہفتہ کیسا رہے گا‘‘ یا ’’ستاروں کا حال‘‘ قسم کے باقاعدہ پروگرام دکھائے جاتے ہیں جن میں لوگوں کی گہری دلچسپی ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہالت کس حد تک اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے۔ اگر آپ اس پر تحقیق کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آسٹرالوجیکل سائنس کی بنیاد یونانی اور ہندوانہ عقائد ہیں جو قصوں، کہانیوں اور توہم پرستی پر مبنی ہیں جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح بہت سے توہمات ہیں جو نئے سال کے آغاز کے ساتھ منسلک ہیں۔ سپین میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ نئے سال کے آغاز پر انگور کے بارہ دانے کھانے سے سال کے بارہ ماہ خوشی اور خوشحالی لے کر آتے ہیں، لوگ نئے سال کے آغاز پر اپنے بٹوے پیسوں سے بھر لیتے ہیں اس خیال سے کہ سارا سال ان کے پاس پیسوں کی کمی نہیں ہوگی۔ اکثر لوگ سال کے پہلے روز قطعاً ادھار نہیں دیتے اور اسے سال بھر کے مالی معاملات کے لئے بدشگونی سمجھتے ہیں۔ سال کے پہلے روز پیدا ہونے والے بچوں کو خوش قسمت ترین سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کے اور بہت سے توہمات ہیں جو قریباً دنیا کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔

افریقہ بھی توہم پرستی میں اگر سب سے آگے نہیں تو کسی سے پیچھے بھی نہیں۔ افریقہ کا ہر ملک بیسیوں قبائل پر مشتمل ہے اور ہر قبیلے کے اپنے رسم و رواج اور روایات ہیں۔ افریقن قبائل کی توہم پرستی کی بنیادی وجہ بھی جہالت ہی ہے۔ اگرچہ ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ میل جول، تعلیم کی فراہمی اور بہتر سہولیات کی وجہ سے اس میں کافی حد تک کمی آچکی ہے مگر بعض قبائل اپنی روایات میں بڑے شدت پسند ہیں اور کسی طور انہیں چھوڑنے پر تیار نہیں۔

تنزانیہ مشرقی افریقہ کا ایک اہم ملک ہے جو رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے۔ اس کی آبادی ساڑھے پانچ کروڑ ہے اور یہ 120 سے زائد قبائل پر مشتمل ہے جن میں Skuma اور Chaga قبائل نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان قبائل کی توہم پرستی کی تاریخ بہت پرانی ہے مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ علم کے پھیلاؤ کے نتیجے میں اس میں بہت کمی آچکی ہے اور چند ایک رسومات کے علاوہ اب یہ ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔

چاگا قبیلہ تنزانیہ کے ریجن Kilimanjaro میں آباد ہے۔ سال کے آغاز پر اس قبیلے کے تمام افراد پورے ملک سے اپنے آبائی علاقے میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ کثرت سے شراب نوشی کرتے ہیں۔ یہ شراب جَو اور کیلوں سے بنائی جاتی ہے جسے Mbege کہا جاتا ہے اور اسے مخصوص برتن Kalabash میں ڈال کر پیا جاتا ہے۔ ڈھول بجاتے ہیں، گانے گاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کی قبروں پر جانور لے جا کر انہیں ذبح کر کے ان کا خون قبروں پر اور ساتھ اُگے ہوئے درختوں کی جڑوں میں ڈال دیتے ہیں۔ کچھ خون شراب میں یا دودھ میں ملا کر پیتے ہیں۔ بزرگوں کی قبروں پر ان کی روحوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خدا کے حضور نئے سال کے بابرکت ہونے کے لئے اپنے قبیلے کے واسطے درخواست کریں۔

تنزانیہ کے ریجن Mbeya کے ایک ضلع Keyela میں آباد قبیلہ Wanyakua کے لوگ سال کی آخری رات ساری رات جاگتے ہیں اور Tumevuke Tumevuka کے نعرے لگاتے ہیں کہ ہم اس سال سے گذر گئے ہیں، ان نعروں کے ساتھ ساتھ لوہے کے ڈبے یا ٹین وغیرہ کو ڈھول کی طرح پیٹتے ہیں۔ رات کو ایک ایک گھر جاتے ان سے چاول آٹا وغیرہ اجناس اکٹھا کرتے ہیں اور صبح اپنے Cheif کے پاس لے جا کر وہاں پکاتے کھاتے ہیں کہ اس طرح نیا سال اچھا گزرے گا۔

مٹوارا ریجن میں موجود قبائل وایاؤ اور ماکویا کے بزرگ رات کو ایک پرانے درخت کے نیچے اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ مل کر گائے یا بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور وہیں پکا کر کھاتے اور کچھ گوشت درخت کے نیچے رکھ دیتے ہیں تا کہ آئندہ سال ان کے رزق میں برکت رہے۔

تنزانیہ کے ریجن ارنگا میں Wahehe قبیلہ کے لوگ نئے سال کی برکات کے حصول اور مصائب و آفات سے بچنے کے لئے کسی بڑے آدمی کی قبر پر گائے یا بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور جانور کے پیٹ میں سوراخ کر کے دل اور کلیجی نکال کر اس کی قبر پر رکھ کر خاموش ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی کتا

یا بلی اس گوشت کو کھانے کے لئے اٹھالے تو اسے آئندہ سال کے لئے خوش بختی سمجھ کر سیٹیاں بجاتے ہیں اور پھر شراب تیار کر کے اس قبر پر انڈیل دیتے ہیں۔

تنزانیہ میں مقیم واسوکوما قبیلہ اپنے سال کا آغاز کچھ اسطرح سے کرتے ہیں۔قبیلہ کے منتخب لوگ جو کہ جادو ٹونا بھی کرتے ہیں، وہ مشرقی پہاڑوں پر بھیجے جاتے ہیں۔جنہیں نئے سال کی پہلے تاریخ تک واپس آنا ہوتا ہے۔وہ واپس آ کر قبیلہ کے سربراہ کو نئے سال میں ہونے والے اچھے برے واقعات کے بارہ میں بتاتے ہیں کہ آنے والا سال قحط سالی کا ہے یا بیماریوں کا یا خوشحالی کا۔قبیلہ کا سربراہ ان کی پیشن گوئیاں سننے کے بعد انہیں یہ باتیں عام لوگوں تک اعلان کرنے کا حکم دیتا ہے تا کہ آنے والے حالات کے لئے عام لوگ تیار رہیں۔

31 ردسمبر کو نئے سال کی بھرپور تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں اور شہروں میں معمول سے بہت زیادہ رش نظر آتا ہے۔یکم جنوری کی رات اکثر لوگ جاگ کے گزارتے ہیں۔لوگ ٹولیوں کی شکل میں ہر گلی میں نظر آتے ہیں۔12 بجے نئے سال شروع ہوتے ہی مقامی زبان میں گانے اور لوکل رقص شروع ہوجاتا ہے۔خوب شراب پی جاتی ہے۔ اور اس طرح 4 بجے کے قریب جاکر شور شرابا کم ہوتا ہے۔صبح سویرے ہر ایک گھر میں اچھا کھانا پکتا ہے۔سب نئے کپڑے پہنے ہیں۔وسعت کے مطابق مرغیاں، بکرے اور گائیں ذبح کی جاتی ہیں اور سب مل کر کھاتے ہیں۔

مضمون کی تمہید میں میں نے لکھا ہے کہ توہم پرستی کی وجوہات جہالت اور خوف ہیں اور اگر ان کا بغور تجزیہ کیا جائے تو بنیادی وجہ جہالت ہی بنتی ہے کیونکہ جہالت خوف کو جنم دیتی ہے اور اگر کسی چیز کے بارہ میں حقیقی علم، معرفت اور یقین حاصل ہوجائے تو خوف ختم ہو جاتا ہے جو توہمات کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔یقین اور ایمان کی قوت انسان کو اُس مقام پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں غیر اللہ کا ہر خوف مٹ جاتا ہے۔ ایک حقیقی مومن جو خدا کی وحدانیت اور اس کے علیم وخبیر اور قادرِ مطلق ہونے پر یقین رکھتا ہو وہ کبھی کسی وہم پرستی کا شکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے تا لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں اگر کوئی گروہ، فرقہ یا جماعت توہم پرستی سے محفوظ ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے جس کے افراد ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جماعت احمدیہ کی خواتین بھی خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے توہم پرستی کی لعنت سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں یہاں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت حسین بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال دینا چاہتا ہوں۔حضرت چوہدری صاحبؓ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ کو پانچ بچوں کی المناک وفات کا صدمہ دیکھنا پڑا۔ آپ کے گاؤں "داتا زید کا" میں ایک بوڑھی عورت جے دیوی تھی جسے لوگ ڈائن اور چڑیل بھی کہا کرتے تھے وہ ہر بچے کی پیدائش پر حضرت حسین بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی توہمانہ رسومات کرنے کا کہتی جو خلافِ شریعت اور مشرکانہ تھیں۔ جے دیوی ان رسومات کی ادائیگی کو بچوں کی زندگی اور موت سے وابستہ کر دیا کرتی تھی۔حضرت حسین بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر بار اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل یقین کے ساتھ ان توہم پرستانہ رسومات کی ادائیگی سے انکار کر دیتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ کے ایمان کی آزمائش تھی۔ چنانچہ آپؓ کو پانچ بچوں کی وفات کا دکھ دیکھنا پڑا مگر آپؓ نے اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی پاک اور مقدس ذات نے اس انتہائی کڑے امتحان میں کامیابی کا آپؓ کو وہ اجر دیا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عظیم الشان فرزند عطا کیا جس نے اکنافِ عالم میں اسلام اور احمدیت کا نام روشن کیا اور اپنے علم اور معرفت سے مخالفین کے منہ بند کر دیئے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آئندہ ہزار سال کے لوگ ظفر اللہ خانؓ پر رشک کریں گے۔

جماعت احمدیہ کے افراد کی تربیت اس انداز میں ہوئی ہے کہ پوری دنیا میں سب ایک ہی رنگ میں رنگین ہیں اور وہ رنگ ہے توحیدِ حقیقی پر ایمان و یقین کا رنگ جس کی وجہ سے جماعت کے افراد ہر قسم کے شرک اور وہم اور توہمانہ رسومات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ پاک و ہند اور افریقہ جیسے علاقوں میں جہاں توہم پرستی عروج پر ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے افراد ان بے ہودہ اور مشرکانہ رسومات سے مکمل اجتناب کر کے اپنے ایمان اور یقین کی گواہی رقم کر رہے ہیں۔

نئے سال پر پوری دنیا میں موجود احمدی احباب کی طرح تنزانیہ میں بھی نئے سال کا آغاز نماز تہجد کی ادائیگی، دعاؤں اور صدقات سے کیا جاتا ہے۔ جماعت کی مجموعی تربیت میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور ایم ٹی اے کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز براہ راست جماعت کی راہنمائی فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ مولیٰ کریم ہمیں توحیدِ حقیقی پر قائم رکھے اور دنیا بھر سے مشرکانہ توہم پرستانہ رسوم کے خاتمے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(بشکریہ سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن یکم رجنوری 2022ء)

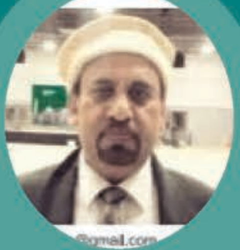

اب دعائے نیم شب میں، کس کو میں یاد آؤں گا!؟

ربع صدی قبل یادِ رفتگاں پر لکھی، مگر کاغذات کے پلندوں میں دبی رہ جانے والی ایک بھولی بسری تحریر

مکرم ناصر احمد وینس صاحب، ٹرانٹو

یہ خندہ بہ لب یہ گنگناتے چہرے
یہ نغمۂ زندگی سناتے چہرے
کیا جانئے کیوں غروب ہو جاتے ہیں
ظلماتِ عدم میں جگمگاتے چہرے

کاروانِ زندگی کی موجودہ ڈگر اور ہنگامہ ہائے روزوشب میں غمِ روزگار کی خاطر چونکہ گھر سے علی الصبح نکلنا پڑتا ہے۔ لیکن جمعرات 28/ مئی 1998ء کو جب کہ رات کم و بیش اپنا آدھا سفر طے کر چکی تھی اور نیند کے خمار میں لپٹی ہوئی کائنات، سکون آمیز سانسیں لے رہی تھی تو ایسے میں نہ جانے کیوں اپنی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

نیم شب کے اس سکوت میں دل، انجانے وسوسوں میں گھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا - الٰہی خیر! اس نوعیت کی اضطراری کیفیاتِ قلبی کا مشاہدہ کبھی پہلے تو نہیں ہوا تھا۔ اور پھر Long Distance کالز والی اپنی مخصوص آواز کے ساتھ فون کی گھنٹی دفعۃً بج اٹھتی ہے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اتنی رات گئے آنے والی کال سننے کے لئے فون اٹھایا تو دوسری جانب سے راقم کا بھتیجا عزیزم ممتاز احمد (ابن پروفیسر محمد اسلم صاحب صابرؔ) ربوہ سے فون پر یہ غم انگیز اطلاع دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ:

”رات اماں جی (ہماری والدہ محترمہ) کا انتقال ہو گیا۔ شدید گرمی کی وجہ سے آج ہی نماز جنازہ کی ادائیگی کے فوراً بعد بہشتی مقبرہ میں دفنا دی جائیں گی۔“

والدہ محترمہ (سائرہ بی بی زوجہ چوہدری بشیر احمد وینس مرحوم آف ضلع سیالکوٹ) جنہیں چھوٹے بڑے سب ”اماں جی“ کہہ کر پکارتے تھے، کی رحلت کے الفاظ کانوں سے کیا ٹکرائے، آنکھوں سے بے اختیار پانی اور ہونٹوں پر بے ساختہ یہ الفاظ امڈتے چلے آئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّـآ اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔

ساتھ ہی ایسا لگا جیسے رباعیات کے شاعر راغب مراد آبادی کے یہ منظوم حروف، اضطراب اور وارداتِ قلبی کے خاموش ترجمان بن کر کچھ یوں مجسم سوال ہوں۔ ع

مرنے جینے کا بھید کیا ہے یا رب!
کب سے جاری یہ سلسلہ ہے یا رب!
کیا موت غذا ہے زندگی کی یہ بتا!
یا موت کی زندگی غذا ہے یا رب؟

آج ماضی کو حال سے ملانے والی ایک ایسی زنجیر ٹوٹ گئی تھی، جس کا سفرِ حیات کم و بیش 90 سالوں پر محیط تھا۔ آج وہ شفیق ہستی دنیائے فانی کو خیرباد کہہ گئی، جس کا وجود بظاہر تین حرفوں کے اشتراک سے بننے والا ایک لفظ ”ماں“ کہلاتا ہے۔ لیکن سوچا جائے تو کائنات کی دل فریبیاں اس پیارے نام ”ماں“ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس کے فسوں، ماں کے مقدس تبسم کے آگے ہیچ ہیں۔ اس ذرۂ ناچیز کی طرح جو مہرِ عالمتاب کا مقابلہ کرنے سے معذور ہے۔

سرزمین عرب (لبنان) کا مشہور قلمکار خلیل جبران، لفظ ”ماں“ میں پنہاں بے پناہ شیرینیوں اور لطافتوں کا موازنہ، دنیائے فردوس کی دیگر نعمتوں کیساتھ کرتے ہوئے اپنی کلیات میں رقمطراز ہے:

دنیائے فردوس کے پرمسرت ترانوں میں وہ کشش نہیں اور نہ بربط شیریں سے نکلے ہوئے پر فضا نغموں میں وہ شیرینی ہے۔ پہاڑی جھرنوں کی سہانی آواز ایسی مسرور کن نہیں اور نہ ہی سمندری ہواؤں کے جلترنگ میں وہ لطافت ہے۔ ماہ چہاردہم کی تابانی اس قدر پر کیف نہیں اور نہ ہی حسین پھولوں کے حسن میں اس قدر دلکشی ہے... دنیا کی تمام مسرتیں اس ایک لفظ (ماں) میں مجمع ہیں۔ اور تمام لطافتیں اسی میں پوشیدہ۔ دہر کی تمام خوبیوں کا مجموعہ یہی مقدس ترین ہستی ہے اور محفلِ حیات کی آرائش، جس کا وجود اس شیریں راگ سے کم نہیں، جو سنسان اور تاریک راتوں میں سب کو متوجہ کر لیتا ہے۔ از سرِ نو تازگیٔ حیات عطا کرتا ہے... ماں۔ ایک نعمت ہے نایاب نعمت۔ اس کا نعم البدل ناممکن ہے، قطعی ناممکن!! زمین کی گہرائیاں، اس جواہر کو اگلنے کے ناقابل ہیں۔ اور آسمان ایسا فرشتۂ رحمت بھیجنے سے قاصر... خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جو اس نعمت بے بہا سے مالا مال ہیں۔ جنکے سروں پر ماں کا مقدس سایہ ہے اور اس کے قدموں میں پوشیدہ جنت۔“

کسی پنجابی شاعر نے تو اس وجودِ لاثانی کے متعلق یہاں تک کہہ رکھا ہے۔ ع

دور پرے آسمان اتے
رب سچے دا ناں

بیٹھاں ایس جہان وچ
بس اک ماں ای ماں

ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے راقم الحروف، اماں جی سے ملنے خصوصی طور پر پاکستان گیا تو پیرانہ سالی کی وجہ سے بہت کمزور نظر آ رہی تھیں۔ مزید براں دو سال قبل واش روم میں پاؤں پھسل جانے کے نتیجہ میں سر پر لگ جانے والی گہری چوٹ نے جسمانی کمزوری میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ یاداشت کو بھی شدید متاثر کیا تھا۔ ملاقات پر مجھے پہچان نہیں پائیں۔ لیکن یاد کروانے پر جب پہچان لیا تو آنکھوں میں ممتا کی ایک عجیب ناقابل بیان سی چمک کوند آئی اور پھر میرا سر اپنی گود میں رکھ کر دیر تک بلائیں لیتی اور دعائیں دیتی رہیں۔

ایک ضعیف العمر ماں کا اپنے چھ بیٹے/ بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹے بیٹے سے ایک مدت کے بعد ملاقات کا یہ پر کیف اور جذباتی منظر اور اس کا لطیف تصور! اماں جی کے داغ مفارقت کے بعد حزن و ملال کی گھڑیوں میں باعثِ تقویت اور وجہ ٔسکونِ قلب بن کر میری دنیائے تخیل میں کچھ اس طرح چھایا ہوا سا محسوس ہوتا ہے جیسے پہلی شعاعِ آفتاب سے جھیل کا پانی جگمگا اٹھے۔ یا پھر افسردگیوں کے تاریک سائے میں سے نزول کرتا ہوا سطحِ آب پر رقصاں ستارۂ سحر!

کسی شاعر نے یقیناً ماضی کی بعض اسی نوعیت کی نشاط انگیز گھڑیوں کے متعلق یہ شعر کہا ہوگا۔ ع

یہ زندگی، زندگی نہ سمجھو کہ زندگی سے مراد ہیں بس
وہ عمرِ رفتہ کی چند گھڑیاں جو ان کی صحبت میں کٹ گئی ہیں

اوراق ماضی پلٹتے ہوئے عمرِ رفتہ کی بہت سی گم گشتہ گھڑیاں اس وقت آنکھوں کے سامنے کسی سکرین پر چلتی فلم کی طرح ایک ایک کر کے نمودار ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ جو دل کے نہاں خانوں میں اتر کر، دل کو بھی کچھ اس قسم کا مدعا بیان کرنے پر مجبور کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

ماضی کی طرف نگاہ جاتی کیوں ہے
دل میں طوفان درد اٹھاتی کیوں ہے
اے بارِ الہ! یہ کرم ہے کہ ستم
جو مر گئے ان کی یاد آتی کیوں ہے؟

ایک بیٹے کی بجائے اگر کسی ناقد کی نظر سے بھی اماں جی کی حیات گذشتہ پر نظر ڈالتا ہوں تو... ایک ایسی صابرہ و شاکرہ اور غریبانہ زندگی بسر کرنے کی عادی شخصیت کا خاکہ ابھرتا ہے جو عبادت گزاری، زہد و تقویٰ اور خشیتِ الٰہی سے معمور ہونے کے علاوہ خدمتِ خلق کے کاموں میں بھی پیش پیش اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے حد درجہ فدائیت رکھنے والا مجسم اخلاق وجود تھیں۔

بالعموم دیکھا گیا ہے کہ نت نئے زیورات و ملبوسات کا انتہائی شوق، ہر عمر کی خواتین کا فطری خاصہ ہے۔ لیکن یہ بات فقط زیب داستاں کی خاطر نہیں، اپنے مشاہدے اور مبنی برحقیقت ہونے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جب سے شعور کی آنکھ کھولی، والدہ صاحبہ کو ان اشیاء کی خواہشات سے بے نیاز پایا۔

ہاں!... زندگی میں انہیں ایک خواہش کا اظہار کرتے ضرور سنا اور وہ تھی بہشتی مقبرہ میں بعد از وفات تدفین کی خواہش۔ خاکسار کو یاد ہے جب برسوں پہلے ان کی وصیت کروادی گئی اور منظوری کا وصیت نمبر اخبار روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہوا تو پڑھ کر بے حد مسرور اور مطمئن ہوگئیں۔ جیسے کوئی بہت ہی قیمتی گمشدہ چیز مل گئی ہو۔

آپ نے اوائل عمری میں ہی اپنے ایک نیک فطرت واقفِ زندگی چچا (ماسٹر محمد علی صاحب) کے ذریعے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔ اور پھر تمام عمر نہایت اخلاص اور ثابت قدمی سے اس پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ جب تک گاؤں میں مقیم رہیں اپنے نیک نمونہ کے ذریعہ چمنستانِ احمدیت کی خوشبو ہر سو بکھیرتی رہیں۔ واضح رہے آپ کے میکہ (ڈیرہ غازیخان) میں آپ کا خاندان حتی کہ دونوں حقیقی بھائی جن کی آپ اکلوتی بہن تھیں، احمدی نہیں تھے۔ ماسوائے متذکرہ بالا چچا کے، جن کے ہاں رہ کر آپ نے اپنا بچپن گزارا۔ کیونکہ آپ کے ماں باپ بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ اپنے مذکورہ چچا کی کفالت میں آگئیں۔ جو ان دنوں تعلیم الاسلام سکول گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں ٹیچر تھے۔

اسی طرح ضلع سیالکوٹ میں پاک بھارت سرحد پر واقع ہمارے آبائی گاؤں ''وینس نیواں'' اور اس کے اردگرد کے قریبی دیہات میں، جہاں تمام زمیندار گھرانے ''وینس'' نامی جاٹ برادری سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے گھرانے کے سوا ایک بھی احمدی گھر نہیں تھا۔ خاکسار کے بچپن کے ابتدائی سال وہیں گزرے۔

مجھے یاد ہے علاقے میں ہمارے والد صاحب کے نام کی نسبت سے ہمارا گھرانہ ''بشیر مرزائی'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس ماحول میں بھی اماں جی کا معمول یہ ہوا کرتا کہ علی الصبح لسی وغیرہ بلونے اور دیگر گھریلو کاموں سے فارغ ہو کر، صحن میں اگے ایک بڑے سے درخت کی چھاؤں میں چارپائیاں بچھا دیا کرتیں۔ جہاں گاؤں کی غیر از جماعت بچیاں قرآن کریم لئے آ بیٹھتیں۔ اور آپ ہر بچی کو باری باری قرآن پاک ناظرہ پڑھنا سکھایا کرتیں۔ آپ کی دنیاوی تعلیم اگرچہ پرائمری تک تھی۔ لیکن جماعت احمدیہ اور دیگر مسلم فرقوں کے بنیادی عقائد کا بھی بخوبی علم رکھتی تھیں۔

گھر میں جماعتی کتب و رسائل رکھنے کے علاوہ پنجابی شاعری میں لکھی گئی ایک کتاب ''چمکار محمدی'' نامی بہت سنبھال کر رکھا کرتی تھیں۔ یہ کتاب بھیرہ کے ایک احمدی پنجابی شاعر کی تصنیف ہے۔ جس میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ نبوی کے علاوہ آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے حالاتِ زندگی نیز وفات مسیح وختم

نبوت جیسے مسائل عام فہم پنجابی شاعری میں بیان کئے گئے ہیں۔

اماں جی کا گاؤں میں ایک معمول یہ بھی ہوا کرتا کہ گاؤں کی دیگر عورتیں فارغ وقت میں آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتیں اور آپ سے ''چوکار محمدی میں سے'' قصے'' ترنم سے سنا کرتیں۔ آواز بھی اچھی تھی۔ چنانچہ اس سادہ سے طریق کے ذریعے آپ دعوت الی اللہ کا کام بھی بخوبی انجام دیا کرتیں۔

ان باتوں کے علاوہ بے حد دریا دل اور غرباء کی خبر گیری جیسے اوصاف سے بھی متصف تھیں۔ اب تو زمانہ بہت بدل چکا ہے۔ تاہم دیہات کی زندگی سے واقفِ حال لوگ جانتے ہوں گے کہ ایک وقت تھا جب دیہات میں رہنے والے بعض غیر زراعت پیشہ افراد جیسے ترکھان، لوہار، نائی، موچی وغیرہ کی آمد اور گزر بسر کا واحد ذریعہ ان کی فنی خدمات کے عوض زمینداروں سے ملنے والی سالانہ گندم کی چند بوریاں ہوا کرتا تھا۔ جب کہ پورا سال یہ ہنرمند لوگ بہت تنگی ترشی سے گزر بسر کیا کرتے تھے۔

راقم الحروف کو آج بچپن کی وہ باتیں یاد آ رہی ہیں کہ کس طرح اماں جی اکثروبیشتر گھر کی کوئی نہ کوئی سوغات جیسے گڑ، شکر، حقے میں استعمال ہونے والا دیسی تمباکو، پارچہ جات مثلاً کھیس، نیز دیگر اجناس وغیرہ، مذکورہ بالا گھرانوں میں باقاعدگی کے ساتھ بھجوایا کرتی تھیں۔ ان گھرانوں کی خوشی غمی میں بھی پوری طرح شریک ہوا کرتیں۔خود ان گھروں کی غریب عورتوں کو اگر اچانک کسی چیز کی ضرورت پڑ جاتی تو وہ اندھیرے سویرے بلا جھجک اماں جی کے پاس چلی آتیں۔ کیونکہ انہیں اس بات کا بھرپور تجربہ تھا کہ اماں جی کی لغت میں ''ناں'' نام کا کوئی لفظ نہیں!

آج کل دور دراز کے دیہاتوں میں بھی بجلی پہنچ چکی ہے۔ تاہم جن دنوں گاؤں میں بجلی نہیں تھی تو دیہات کی مساجد میں شام کو چراغ / لالٹین وغیرہ روشن رکھنے کی خاطر مساجد میں رکھے گئے خصوصی ڈبوں یا کنستر میں ''تیل ڈالنے'' کو سعادت سمجھا جاتا تھا۔

ہمارے گاؤں ''وینس نیواں'' کی واحد مشترکہ مسجد، جہاں تمام لوگ بلا تفریق عقائد و فرقہ، نمازیں پڑھتے تھے، اس کے چراغوں کے لئے مسجد میں تیل ڈالنے میں بھی اماں جی ہمیشہ پیش پیش رہا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ راقم اپنے گاؤں گیا تو اس مسجد کے امام نے بتایا کہ جب تک تمہاری والدہ گاؤں میں مقیم رہیں، ہر ہفتے بلاناغہ مسجد میں تیل ڈالا کرتی تھیں۔

اب بظاہر یہ بہت ہی معمولی اور ادنیٰ سی بات ہے۔لیکن کون جانے یہی معمولی اور ادنی نظر آنے والے اعمال، کسی انسان کو مقربین الٰہی میں شامل کروانے کا ذریعۂ شفاعت بن جائیں!

ماموِر زمانہ نے اپنے منظوم شیریں کلام میں مقربینِ الٰہی کی ایک علامت یہ بھی تو بیان فرمائی ہے کہ: ع

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب!؟
(درثمین)

خلافت سلسلہ کے ساتھ بھی اماں جی کی ذات فدایت کا نمونہ تھی۔ اس ضمن میں دو واقعات یاد آ رہے ہیں۔ جو ہیں بھی دلچسپ اور ان سے احمدیت اور خلافت کے ساتھ ان کے والہانہ لگاؤ کا اندازہ بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ اماں جی کی ایک عزیزہ انہیں ملنے آئی۔جس کے ہمراہ اس کی چھوٹی سی بچی بھی تھی۔ اماں جی نے اپنی عزیزہ سے پوچھا کہ بچی کا نام کیا رکھا ہے؟ اس نے بتایا: ''نمود سحر!'' اماں جی کہنے لگیں یہ تو بہت مشکل نام ہے۔ کوئی آسان سا نام رکھنا تھا!؟ اماں جی کو جب بتایا گیا کہ یہ نام تو حضرت صاحب نے رکھا ہے! بس یہ سننا تھا کہ اماں جی کی پشیمانی اور گھبراہٹ دیکھنے والی تھی۔ کہنے لگیں تم نے مجھے شروع میں ہی کیوں نہ بتا دیا کہ یہ ہمارے پیارے امام کا رکھا ہوا نام ہے۔ ذرا مشکل ہے تو کیا ہوا؟ سوہنا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے!

اماں جی کی یہ پشیمانی اور بے ساختہ پن، درحقیقت اس روحانی ناطے کا نتیجہ تھا جو کسی بھی فدائی سلسلہ کو امام جماعت کے بابرکت وجود کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسرا واقعہ بظاہر تو آپ کی سادہ مزاجی پر اطلاق پاتا نظر آتا ہے۔ تاہم اس سادہ مزاجی کے پیچھے بھی احمدیت کی نیک نامی کی تمنا یا بالفاظ دیگر احمدیوں سے اچھے اخلاق اور کردار کی توقعات رکھنے کا جذبہ صاف پڑھا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ اپنے منجھلے بیٹے محمود احمد وینس کے پاس کراچی گئی ہوئی تھیں۔ وہاں جس ایریا میں رہائش تھی وہاں اکثریت اردو بولنے والوں کی تھی۔ تاہم چند گھر چھوڑ کر ایک پنجابی گھرانہ بھی تھا۔ اماں جی بعض اوقات ان کے ہاں چلی جایا کرتی تھیں۔

ایک روز اس گھرانے کی خاتون خانہ نے اماں جی سے ذکر کیا کہ کل ان کے گھر سے مرغی چوری ہو گئی ہے۔ اور گھر والوں کو پورا شک ہے کہ یہ حرکت ''شاہنواز'' نامی (محلے کا ایک آوارہ شخص) کی کارستانی ہے۔ اماں جی گھر آ کر نہایت پریشانی کے عالم میں محمود بھائی سے کہنے لگیں کہ میں نے اس طرح کی بات سنی ہے۔لیکن فقط جماعت کی بدنامی کے ڈر سے میں تو بالکل خاموش رہی۔ البتہ مجھے ''چوہدری شاہنواز'' جیسے مخلص احمدی سے ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔!!

محمود بھائی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ کیونکہ اماں جی ''شاہنواز'' سے مراد چوہدری شاہنواز (شیزان و شاہ نواز لمیٹڈ والے) سمجھ رہیں تھیں۔تب محمود بھائی نے بتایا کہ اماں جی! یہ شاہنواز تو اس محلہ کا ایک آوارہ سا نوجوان ہے۔ جو ایسی حرکات پہلے بھی کر چکا ہے۔ یہ وضاحت سن

کر اماں جی کی جان میں جان آئی!

اماں جی اپنی ذاتی زندگی میں صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ خاکسار کو یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے نماز یا روزہ قضا کیا ہو۔ اگر کسی وجہ سے رمضان میں سحری کے وقت اٹھ نہ سکیں تو چوبیس گھنٹے کا روزہ بغیر کچھ کھائے پیئے رکھ لیا۔ لیکن روزہ چھوڑنا کسی صورت گوارہ نہیں تھا۔ حتیٰ کہ بڑھاپے میں شدید گرمیوں والے رمضان میں بھی یہ معمول بدستور جاری رہا۔ رمضان المبارک میں اعتکاف بیٹھنا بھی ان کے معمولات میں شامل تھا۔ اگر مسجد میں جگہ نہ ملتی تو گھر میں ہی ایک کونے میں پردہ لگا کر بیٹھ جاتیں۔

سچی خوابوں سے بھی مشرف ہوتی تھیں۔ اپنی ایک خواب کا ذکر اکثر کیا کرتی تھیں۔ جو آپ نے اپنے بڑے بیٹے پروفیسر محمد اسلم صاحب صابرؔ (تعلیم الاسلام کالج ربوہ) کی ولادت سے چند دن پہلے دیکھی تھی۔ جس میں آپ نے دیکھا کہ گاؤں کے قریب سے گزرنے والے پلکھو نامی نالے کے کنارے کھڑی ہیں کہ پانی میں بہنے والے قرآن پاک کے نسخے پر نظر پڑتی ہے۔ جسے آپ اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیتی ہیں۔ اس خواب کی بین تعبیر یوں نظر آتی ہے کہ سیالکوٹ کے اس دور افتادہ سرحدی گاؤں میں، جہاں ابتدائی تعلیم کے لئے پرائمری سکول تک نہیں تھا اور نوے/پچانوے فی صد آبادی ناخواندہ تھی، اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ایسا بچہ عطا فرماتا ہے جو ناسازگار ماحول و حالات کا سامنا کرنے کے باوجود، مختلف سکولز و کالجز میں نمایاں تعلیمی پوزیشنوں و تعلیمی وظائف کے ساتھ تعلیمی مدارج طے کرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی سے ام الالسنہ اور قرآن پاک کی زبان عربی میں ماسٹر کرنے کے بعد، ساٹھ کی دہائی کے آغاز میں جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج جیسی نامور تعلیمی درسگاہ کے ساتھ بحثیت پروفیسر منسلک ہو جاتا ہے۔

بھائی جان پروفیسر محمد اسلم صاحب صابر (حال پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا) نے تقریباً چار دہائیوں تک بطور پروفیسر، تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں علم کی روشنی پھیلائی۔ ٹی آئی کالج ربوہ کی ایم اے عربی کلاسز میں محترم بھائی جان اسلم صابر کے شاگرد طلباء و طالبات نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات میں نمایاں پوزیشنیں اور گولڈ میڈل تک حاصل کئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔۔۔ع

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے!

ستمبر 1996ء میں بیت المہدی گولبازار ربوہ میں ہونے والے بم دھماکہ میں بھائی جان اسلم صابر شدید زخمی ہو گئے تھے۔ جب اماں جی کو آپ کی تشویشناک حالت سے آگاہ کیا گیا تو کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقط اتنا کہا:

"اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا!"

چنانچہ خون کی کئی بوتلیں لگنے کے علاوہ، حضرت صاحب اور احباب جماعت کی دعاؤں کے علاوہ یہ ہماری متوکل علیٰ اللہ والدہ کی زبان سے نکلے دعائیہ الفاظ کی تاثیر تھی کہ اگرچہ بھائی جان کی ایک آنکھ راہِ مولیٰ میں شہید ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں آپ کو دوبارہ زندگی دے دی۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی عنایت کردہ اس حیاتِ نو کو 1996ء میں ہی گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے پیارے امام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حالانکہ بظاہر دیکھا جائے تو سروس میں ہوتے ہوئے بھی آپ عملاً ہمیشہ خدمت سلسلہ کے لئے ہی وقف رہے ہیں۔ اور اہم ترین جماعتی عہدوں پر فائز رہ کر خدمت سلسلہ کی توفیق پاتے چلے آئے ہیں۔ آج کل بحیثیت نائب صدر عمومی ربوہ و نائب ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ پاکستان خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ تقریباً ربع صدی پہلے کی بات ہے۔ آج کل آپ جامعہ احمدیہ کینیڈا کے طلباء کو پڑھا رہے ہیں!)

23/ مارچ 1998ء کو مسجد بیت المہدی گول بازار ربوہ کی تعمیر نو کے افتتاح جدید کے سلسلہ میں جو تقریب منعقد ہوئی، اس کی مناسبت سے مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفرؔ (راجہ ہومیو کلینک والے) کی ایک نظم "تخریب وتعمیر" روزنامہ الفضل ربوہ 31/ مارچ 1998ء کے پرچے میں شائع ہوئی۔ اپنی نظم کے دو بند: "ایک زندہ شہید" کے نام کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ع

ایک زندہ شہید دیکھا ہے
مرزا کا مرید دیکھا ہے
اس کو پایا ہے "اسلم و صابر"
اس کا عزم جدید دیکھا ہے
یار کی راہ میں فنا ہو کر
راہ حق میں فدا ہو کر
پھر سے خدمت کو لوٹ آیا ہے
موت سے پنجہ آزما ہوکر

محترم راجہ صاحب کی نظم ہذا کے جواب میں بھائی جان اسلم صابر نے بھی پانچ اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی تھی۔ جو روزنامہ الفضل ربوہ 26/ اپریل 1998ء کے پرچہ میں بایں الفاظ شائع شدہ موجود ہے۔ ع

شعر راجہ جی خوب کہتے ہیں
سن کے میرے تو اشک بہتے ہیں
ذکر میرا ہے لفظ ان کے ہیں
مجھ کو "زندہ شہید" کہتے ہیں
کیا کہوں میں بجز جزاک اللہ
حسن زنی اسی کو کہتے ہیں
کہاں یہ عاجز کہاں مقام "شہید"
زمیں پہ یہ وہ فلک پر رہتے ہیں
بات میری نہیں سب کی ہے
عشق والے ہی چوٹ سہتے ہیں

راقم کا وجدان یہ کہتا ہے کہ بھائی جان اسلم صابر کے حصے میں خدمت دین کی بدولت یہ سعادت، ہماری والدہ

محترمہ کی متذکرہ بالا خواب مبشرہ کی تعبیر مسلسل ہی تو ہے!!

یہاں یہ امر بھی واضح کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں کہ والدہ مرحومہ کے اس ذکر خیر میں بھائی جان اسلم صابر کی ذات کے تذکرے کو شامل کرنے کا مقصد و مدعا فقط اس حقیقت کا اظہار ہے کہ نیک طبعوں کی اس دنیا سے جسمانی رخصتی کے بعد، دراصل ان کی نیکیاں کسی نہ کسی رنگ میں ان کے نام کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ کبھی خادم دین اولاد کی شکل میں اور کبھی کسی اور صورت میں!

جناب احمد ندیم قاسمی نے اسی حقیقت کو اپنے مخصوص شاعرانہ انداز تخیل کے ساتھ کچھ یوں واضح کیا ہے۔ ع

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا

میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جرائد و رسائل میں احمدیت کے وسیع روحانی خاندان سے وابستہ افراد کی رحلت پر ان کا جو ذکر خیر ہوتا رہتا ہے، اسکا ایک مقصد جہاں وفات یافتگان کے قابل تقلید اخلاق و اطوار اور نیکیوں کو اجاگر کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔ وہیں یہ ترغیب دینی بھی مقصود ہے کہ ان واقعات کو پڑھنے والے، جانے والوں کے قابلِ رشک اعلیٰ کردار کی روشنی میں اپنی دنیا و آخرت سنوارنے اور حقیقی روحانی مسرتیں و اطمنانیت پانے کے ڈھنگ بھی سیکھ اور اپنا سکیں۔

اوپر اماں جی کے جذبۂ صبر کو احاطۂ تحریر میں لاتے وقت ایک اور احمدی ماں کے جذبہ ٔصبر کا ایمان افروز واقعہ بھی ذہن کے دریچوں سے در آیا ہے۔ جسے ازدیادِ ایمان کی خاطر، یاد رفتگان کے سلسلہ میں رقم کی جارہی زیرنظر سطور کا حصہ بناتے ہوئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

یہ واقعہ پاک فوج کے دو شیر دل جرنیلوں اور جنگ ستمبر 1965ء کے ہیروز جنرل عبدالعلی ملک (میدان چونڈہ کا فتح نصیب کمانڈر) اور ان کے بڑے بھائی جنرل اخترحسین ملک (فاتح چھمب / جوڑیاں) کی والدہ محترمہ سے متعلق ہے۔

جنرل اخترحسین ملک، جو ترکی میں پاکستان کے فوجی نمائندہ برائے سیٹو کی حیثیت سے اپنی اہلیہ سمیت ترکی میں ایک کار حادثہ میں وفات پا گئے تھے، ان کی میتیں تدفین کی غرض سے چکلالہ (راولپنڈی) کے ہوائی اڈے سے بذریعہ ہیلی کاپٹر، ربوہ لائی جانی تھیں۔

مرحوم جنرل کی ضعیف والدہ عین اس وقت ہوائی اڈے پر پہنچیں، جب کہ ان کے لختِ جگر کی میت کو لے کر ہیلی کاپٹر پرواز کرنے ہی والا تھا اور اس کے انجن اور پروں میں حرکت پیدا ہو چکی تھی۔

ان جذباتی لمحات کی رپورٹنگ کرتے ہوئے روزنامہ ”مشرق“ کراچی نے مورخہ 26/ اگست 1969ء کی اشاعت میں لکھا:

لیفٹیننٹ جنرل اخترحسین ملک کی ضعیف والدہ نے بہادر بیٹے کی موت کو خدا کی مرضی قرار دے کر اس کی رضا کے سامنے سرتسلیم خم کر دیا!

مرحوم جنرل کی 70 سالہ والدہ عین اس وقت ہوائی اڈے پر پہنچیں جب کہ ان کے لخت جگر کی نعش لے کر ہیلی کاپٹر پرواز کرنے والا تھا اور اس کے پروں میں حرکت پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن ان کی آمد پر افسروں نے باہمی صلاح مشورہ سے ہیلی کاپٹر کو روک دیا اور انہیں سہارا دے کر ہیلی کاپٹر کے اندر لے گئے۔ جہاں مرحوم جنرل کی میت لکڑی کے ایک بکس میں بند تھی۔ جب مرحوم جنرل کی والدہ ہیلی کاپٹر سے نیچے اتریں تو بہت سے لوگوں نے انہیں دلاسہ دینے کی کوشش کی۔ جس پر ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں:

”جا! اللہ دے حوالے کیتا

ایہی اللہ دی رضا سی“

(جا! میں نے تجھے اللہ کے حوالے کیا۔ یہی اللہ کی مرضی تھی۔)

کشمیر سیکٹر میں اپنے زیر کمان فوجی جوانوں کے ہمراہ شیروں کی طرح مخالف فوج پر ٹوٹ پڑنے والے اپنے بہادر شیر دل بیٹے و بہو کی اچانک وفات کے بھاری صدمے پر، اس کی والدہ سے بھی بالکل ویسے ہی بہادرانہ ردّعمل یعنی صبر و ہمت کی توقع تھی۔ تاہم مرحوم جنرل کی والدہ کی زبان سے نکلنے والے مندرجہ بالا الفاظ، درحقیقت جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلقین عمل کے حقیقی عکاس تھے، جسے آپؓ نے اپنے منظوم کلام (کلام محمود) میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔ ع

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلاء ہو

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

پاکستان میں دہشت گردی اور قتل وغارت کے نتیجہ میں مرنے والوں کے جنازوں کی تصاویر آئے روز اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ جن میں مرنے والوں کی قریبی رشتہ دار عورتیں بے حال ہو کر جزع وفزع یعنی بین اور سینہ کوبی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

وحشت غم کی عکاس ان تصاویر کو دیکھ کر ہر نوعیت کے صدمات غم پر راضی بر رضائے باری تعالیٰ رہنے والی ’احمدی ماؤں‘ کے جذبۂ صبر، ہمت اور توکل علی اللہ کی ایک ایسی منفرد تصویر کا خاکہ ابھرنے لگتا ہے جس کی عمومی جھلک، آج سے چودہ سو سال پہلے کی صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور مسلم خواتین کے کردار میں ہی دیکھی جا سکتی ہے۔

فی زمانہ امام آخرالزماں مہدیٔ دوراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت میں متذبذب لوگ، آپؑ کی صداقت کی دلیلیں، معجزے اور نشانات طلب کرتے ہیں۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اوپر کی سطور میں تحریر کردہ واقعات صبر و توکل کی مثالیں، مطلوبہ معجزہ نمائی اور امام زمانہ کی آمد کامگار کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہیں...؟!

مامورِ زمانہ کو شناخت کر لینے کی سعادت پانے اور اس کے ملفوظات پر عمل کرنے والی احمدی ماؤں کا اپنے جگر گوشوں کی حالت جان کنی یا تابوت میں پڑا بے جان بدن دیکھتے ہوئے بھی، فطری آنسوؤں کے سوا، فقط اس قسم کا ردّ عمل ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا“

یا پھر:

”جا! اللہ دے حوالے کیتا۔
ایہی اللہ دی رضا سی!!“

شاعرِ احمدیت جناب عبدالمنان ناہیدؔ نے لاریب یہ بات محض رسماً یا شاعرانہ مبالغہ آرائی کے طور پر نہیں کہی کہ:

یہ وہی شے ہے جو پہلوں کو ملی
غم نئے ہیں یہ نہ یہ صدمے نئے
شکر للہ سینکڑوں سالوں کے بعد
پھر وہی سجدے ہمیں بخشے گئے

آج کے نفسانفسی کے دور میں سلسلہ احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص الخاص نظرِ عنایت ہے کہ شجرِ احمدیت سے وابستہ ہو جانے والا ہر فرد، گویا ایک عدیم النظیر روحانی خاندان کا فرد بن کر رشتۂ اخوت میں بندھ جاتا ہے۔

جی ہاں! ایک ایسے رشتۂ اخوت میں، جہاں کسی فرد کی انفرادی خوشی و غمی، فقط فردِ واحد کے محسوسات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ پورے ”خاندانِ احمدیت“ میں ایک اجتماعیت اور عالمگیریت کا رنگ اختیار کرتے ہوئے، ہر جگہ یکساں طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اماں جی کی وفات پر بہت سے احباب یہاں ٹرانٹو میں راقم کے غریب خانہ پر بغرض تعزیت تشریف لاتے رہے۔ اسی طرح پاکستان سے بھی متعدد تعزیت نامے موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ وابستگانِ شجرِ احمدیت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

آخر میں والدہ مرحومہ کے اس ذکرِ خیر کو، مادرِ علمی تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں طویل عرصہ تک طلباء کی زندگیوں کو سنوارنے والے اپنے ایک بزرگ استاد محترم (جن سے نویں/دسویں میں اردو کا مضمون پڑھنے کا شرف حاصل ہوا) استاذی المکرم ماسٹر احمد علی صاحب کے ربوہ سے موصول ہونے والے تعزیتی مکتوبِ گرامی میں تحریر شدہ ذیل کے اشعار پر ختم کرتا ہوں۔

استادِ محترم نے اپنے اس نالائق شاگرد کو میٹرک کئے ربع صدی کا عرصہ گزر جانے کے باوجود، اپنی گراں قدر یادوں میں یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے تعزیت والے گرامی نامے میں ایک مشہور نظم کے جو دو اشعار رقم فرمائے، وہ میری طرح شائد ہر اس فرد کی کیفیاتِ قلبی کا اظہار یہ ہیں، جنہیں پردیس میں اپنے پیاروں بالخصوص ”ماں“ جیسے وجود کی اچانک جدائی کے زخم سہنے پڑتے ہیں۔

لیکن: بوجوہ مجبوری ماں کے جنازے کو آخری بار کندھا دینے کی حسرت کو کرچیوں کی شکل میں اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں دفن کر دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جہاں سے یہ کرچیاں، چبھتی ہوئی یادیں بن کر محسوسات دل کو گھائل کرتی رہتی ہیں ... استاد محترم کے مکتوب گرامی میں درج شدہ ان مناسب حال اشعار اور ان میں پوشیدہ احساس کرب اور کسک کی مانند کہ:

کس کو ہوگا اب وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار
قبر پر تیری میں لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں، کس کو میں یاد آؤں گا

مومن کے لئے سال اور دن

”ایک مومن کے لئے سال اور دن اس صورت میں مبارک ہوتے ہیں جب وہ اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی روحانی ترقی کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی مغفرت کا باعث بن رہے ہو۔... نئے سال کے پہلے دن کو ہی اس طرح دعاؤں کے ساتھ سجاؤ کہ سارا سال ہی قبولیت دعا کے نظارے نظر آتے چلے جائیں۔... حقیقی مومن وہی ہے جو تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال بجالانے کی کوشش کرے۔ اس دعا کے ساتھ اپنے ہر دن اور ہر سال میں داخل ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ تقوی پر قائم رکھے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازتا رہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم/جنوری 2010ء خطبات مسرور، جلد ہشتم، صفحہ 1)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترمہ بشریٰ کھوکھر صاحبہ

والدہ مکرم سلیم اختر فرحان کھوکھر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا وفات پا گئیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

نہایت افسوس کے ساتھ احباب جماعت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ 22/نومبر 2024ء کو محترمہ بشریٰ کھوکھر صاحبہ اہلیہ مکرم محمد اکرم کھوکھر صاحب بریمپٹن ویسٹ جماعت حلقہ ہارٹ لیک 86سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

24/نومبر 2024ء کو احمدیہ فیونرل ہوم مسس ساگا میں تین بجے مرحومہ کا آخری دیدار شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے خواتین کا تانتا بندھ گیا۔ کثیر تعداد میں احباب جماعت نے مرحومہ کے اعزاواقارب سے دلی تعزیت کی۔مسجد بیت الحمد میں نماز مغرب وعشاء کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مرحومہ کی نیکیوں ، خوبیوں، اخلاص اور دینی خدمات کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اور اگلے روز 25 / نومبر کو بارہ بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے دعا کرائی۔سردی کے باوجود جنازے اور تدفین کے مواقع پر احباب جماعت، دوستوں اور اعزاواقارب نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور بعض دور دراز شہروں، دیگر ممالک انگلستان، نیوزی لینڈ اور امریکہ سے آئے ہوئے احباب بھی شامل ہوئے۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ نہایت مخلص ، نیک ، صالحہ ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، یقین اور ایمان میں مثالی ،متوکل علی اللہ اور دعا گو خاتون تھیں۔آپ ایک کامیاب و کامران اور تربیت یافتہ استاد تھیں۔زبان وبیان پر قدرت حاصل تھی اور چھ زبانوں پر دسترس تھی ۔ ذہین وفطین تھیں۔ ساری عمر درس وتدریس کے ذریعہ دینی علوم کی ترویج اور ترقی کے لئے بےلوث خدمت کی۔قرآن کریم سے بے حد محبت تھی۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں ۔ اپنے بچوں کی بہت اعلیٰ تربیت کی۔ ان کے دلوں میں نظام جماعت اور خلافت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔خوش مزاج ، وضعدار، رکھ رکھاؤ والی، نرم خو ، نرم دل، مہمان نواز، خلیق، ملنسار، ایثار، معاملہ فہم ، زیرک ، دوراندیش، صبروشکر ، پرعزم ، حوصلہ مند ، مستقل مزاج ، باہمی تعاون اور مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں ۔ایک اچھی منتظم تھیں۔ حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مستعد رہتیں ۔ لوگوں کی ہمدرد اور خیرخواہ تھیں ۔ کراچی، ڈرگ روڈ جماعت میں لجنہ اماء اللہ کی صدر رہیں ۔ یہاں آ کر بھی لجنہ اماءاللہ بریمپٹن کی صدر، ریجنل صدر اور پھر نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی رکن رہیں۔ خلافت کے ساتھ اخلاص، صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچوں اور بہوؤں کو ان کی خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطافرمائے۔ آمین!

پسماندگان میں شوہر مکرم محمد اکرم کھوکھر صاحب ، تین بیٹے مکرم فرحان کھوکھر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا، مکرم بشیر کھوکھر صاحب ملٹن ایسٹ، مکرم نوید کھوکھر صاحب واٹرلو اور تین بہوئیں محترمہ ناہید کھوکھر صاحبہ اہلیہ فرحان کھوکھر صاحب بریمپٹن ویسٹ ، محترمہ مبارکہ کھوکھر صاحبہ اہلیہ مکرم بشیر کھوکھر صاحب ملٹن ویسٹ ،محترمہ شازیہ کھوکھر صاحبہ اہلیہ مکرم نوید کھوکھر صاحب واٹرلو یادگار چھوڑے ہیں ۔مرحومہ کے اور اعزاواقارب بھی کینیڈا میں مقیم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان سے مرحومہ کو چار پوتے، چار پوتیاں، ایک پڑپوتا اور تین پڑپوتیاں عطافرمائی ہیں ۔ آپ اپنے اور غیروں میں ہردلعزیز تھیں۔

ادارہ مرحومہ کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے جملہ لواحقین اور اعزاواقارب کو صبر جمیل بخشے ۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطافرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین!

*****

سال 2024ء کے دوران احمدیہ گزٹ کینیڈا میں شائع ہونے والے مضامین کی فہرست

مکرم منیب احمد صاحب

نمبرشمار	مضمون	مضمون نگار	شمارہ	صفحہ نمبر
1	حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ سے ماخوذ سال کے اختتام پر محاسبہ نفس کے لئے چند سوالات		جنوری	10
2	تربیتِ اولاد: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند ارشادات		جنوری	12
3	حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تربیتِ اولاد	مکرم سید حاشر ہود احمد صاحب	جنوری	13
4	کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ	مکرم آصف احمد خان صاحب	جنوری	15
5	سوشل میڈیا اور بچے : اپنی نسلوں کو سوشل میڈیا کی برائیوں سے بچائیں	مکرم ارشد محمود خان صاحب	جنوری	20
6	روزمرہ استعمال کی اشیاء اور صحت	محترمہ ڈاکٹر آمنہ نورین صاحبہ	جنوری	25
7	جماعت احمدیہ کینیڈا میں مہاجرین کی بحالی اور اس کا پس منظر	مکرم فضل الرحمٰن عامر صاحب	جنوری	26
8	حضور انور کی خدمت میں خطوط لکھنے والوں سے ایک ضروری درخواست	مکرم کرنل (ر) دلدار احمد صاحب	جنوری	29
9	مکرم خواجہ حبیب اللہ صاحب کا مختصر ذکرِ خیر	مکرم انعام اللہ خواجہ صاحب	جنوری	32
10	حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کارنامے	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے چند اقتباسات	فروری	11
11	تقریر : مال و دولت کے حصول اور ذہنی صحت کا آپس میں تعلق	مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا	فروری	13
12	”وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا“	مکرم پروفیسر عبدالسمیع خان صاحب	فروری	19
13	اسلامی جنگوں کی ضرورت اور آداب	مکرم سید طفیل احمد شہباز صاحب مربی سلسلہ	فروری	25
14	ترقی یا ذہنی دباؤ	مکرم عاطف وقاص صاحب	فروری	27
15	میری پیاری باجی شمسی کا مختصر ذکرِ خیر	محترمہ وسیم اختر صاحبہ	فروری	32
16	صدقۃ الفطر	حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مارچ	12
17	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت ذوالقرنین	مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب	مارچ	15
18	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق رسول ﷺ	محترمہ افشاں مبشر صاحبہ	مارچ	19
19	رمضان المبارک کی اہمیت و برکات	مکرم حافظ علی مرتضیٰ صاحب	مارچ	22

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	شمارہ	صفحہ نمبر
20	رمضان شریف کے مبارک ایام میں مالی قربانیوں کی تحریک	مکرم خالد محمود نعیم صاحب	مارچ	24
21	مجلس شوریٰ: اہمیت، نمائندگان شوریٰ کی ذمہ داریاں اور فرائض	مکرم پروفیسر آصف احمد خاں صاحب	مارچ	25
22	مصنوعی ذہانت: شعبہ صنعت وتجارت کینیڈا کا معلوماتی جائزہ	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	مارچ	29
23	مرحومہ سلیمہ بیگم بھٹی صاحبہ کا ذکرِ خیر	مکرم رشید احمد بھٹی صاحب	مارچ	33
24	بدعات و رسومات کے موضوع پر آیاتِ قرآنِ کریم		اپریل	7
25	بدعات و رسومات کے موضوع پر احادیثِ نبویہؐ		اپریل	9
26	بدعات و رسومات کے موضوع پر ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام		اپریل	13
27	بدعات و رسومات کے موضوع پر فرموداتِ خلفائے کرام		اپریل	18
28	بدعات و رسومات کے موضوع پر ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز		اپریل	23
29	شادی بیاہ سے متعلق بد رسوم		اپریل	28
30	وفات سے متعلقہ بد رسومات		اپریل	38
31	متفرق رسوم		اپریل	41
32	اسلام میں خلافت راشدہ کے مجموعی سات امتیازات ہیں	حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مئی	9
33	خلافت اور جماعت کے باہمی پیار کا تعلق	مکرم پروفیسر عبد السمیع خان صاحب	مئی	10
34	تلاوت قرآن کریم کے فضائل	محترمہ امۃ العلیم انور صاحبہ	مئی	18
35	سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ	مکرم ابی نوم صاحب	مئی	22
36	انٹرنیشنل کونسل آف آرٹس کینیڈا کے زیر اہتمام ایک مشاعرہ	مکرم ظفر زکریا خان صاحب	مئی	27
37	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جلسہ سالانہ کے متعلق ہدایات کے اہم نکات		جون	8
38	جلسہ سالانہ کینیڈا اور ہماری ذمہ داریاں	مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا	جون	11
39	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مہمانوں سے حسنِ سلوک	مکرم سہیل مبارک شرما صاحب	جون	14
40	احمدی بزرگان کی بے مثال مالی قربانیاں	مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب	جون	19
41	جلسہ سالانہ کے ایام قریب آرہے ہیں۔	مکرم ہدایت اللہ ہادی صاحب	جون	23
42	ہیومینٹی فرسٹ کے زیر اہتمام افطار ڈنر کی چند جھلکیاں	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	جون	25
43	شعبہ صنعت وتجارت کے زیر اہتمام عید بازار کا انعقاد	مکرم غلام احمد عابدؔ صاحب	جون	28
44	مکرم ماسٹر مولوی محمد ابراہیم بھامبڑی صاحب کا ذکرِ خیر	محترمہ امۃ القیوم اعجاز صاحبہ	جون	30

نمبرشمار	مضمون	مضمون نگار	شمارہ	صفحہ نمبر
45	رسول اللہ ﷺ کے اہم غزوات وسرایا	مکرم مولانا عبدالسمیع خان صاحب	جولائی، اگست	10
46	حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	محترمہ عطیہ علیم صاحبہ	جولائی، اگست	12
47	”مسلمان“ کی تعریف	مکرم ف۔ مجوکہ صاحب	جولائی، اگست	14
48	ٹرانٹو اور اُس کے گرد و نواح میں نماز عید الفطر کا سب سے بڑا اجتماع	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	جولائی، اگست	21
49	مکرم ملک تبسم مقصود صاحب ایڈوکیٹ کا ذکرِ خیر	محترمہ ڈاکٹر فوزیہ مقصود صاحبہ	جولائی، اگست	24
50	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے خصوصی دعاؤں کی تازہ تحریک		ستمبر	9
51	شاملین جلسہ سالانہ کے لئے خلفائے کرام کی ہدایات	مکرم مولانا سہیل مبارک شرما صاحب	ستمبر	10
52	تقریر: عظمت کا حصول: احمدی مسلمانوں کی شناخت	مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا	ستمبر	13
53	تقریر: راہبر امن عالم- حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ	مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب	ستمبر	17
54	ٹرانٹو اور اس کے گرد و نواح میں نماز عید الاضحیہ کی چند جھلکیاں	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	ستمبر	26
55	محترمہ مجیدہ مرحومہ کی یاد میں	مکرم چوہدری شریف احمد (کلو) صاحب	ستمبر	32
56	حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خواب۔ ایک انذار		ستمبر	34
57	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انسانِ کامل تھے	ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	اکتوبر	10
58	تقریر: کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا	مکرم مولانا عبدالرشید انورؔ صاحب	اکتوبر	11
59	تقریر: دورِ حاضر میں دعا کی قوت کے نظارے	مکرم مولانا عبدالسمیع خاں صاحب	اکتوبر	17
60	آنحضرت ﷺ کی عائلی زندگی	مکرم ابی نوم صاحب	اکتوبر	21
61	ذہنی صحت (Mental Health)	مکرم ڈاکٹر عمران احمد خان صاحب	اکتوبر	26
62	مسجد بیت الاسلام میں کینیڈا ڈے کی تقریبات	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	اکتوبر	29
63	محترمہ امۃ الحفیظ حسین صاحبہ کا ذکرِ خیر	محترمہ امۃ الرفیق طاہرہ صاحبہ	اکتوبر	32
64	مکرم امیر صاحب کینیڈا کی کچھ باتیں، کچھ یادیں	مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب	نومبر	10
65	محترم امیر صاحب کینیڈا کی بیگم صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ محترمہ امۃ المجیب مرزا صاحبہ وفات پا گئیں	مکرم ہدایت اللہ ہادی صاحب	نومبر	20
66	تقریر: دورِ حاضر میں دعا کی قوت کے نظارے	مکرم مولانا عبدالسمیع خاں صاحب	نومبر	21
67	تقریر: تربیت اولاد میں والدین کا کردار	مکرم مولانا خلیل احمد تنویرؔ صاحب	نومبر	25
68	آنحضرت ﷺ کی عائلی زندگی	مکرم ابی نوم صاحب	نومبر	31
69	سالانہ تقریب اظہارِ تشکر و حوصلہ افزائی عہدیداران شعبہ مال	مکرم غلام احمد عابدؔ صاحب	نومبر	33
70	دعا کی برکت	مکرم محمد یوسف خان صاحب	نومبر	36

نمبرشمار	مضمون	مضمون نگار	شمارہ	صفحہ نمبر
71	تقریر: دورِ حاضر میں دعا کی قوت کے نظارے	مکرم مولانا عبدالسمیع خاں صاحب	دسمبر	10
72	کیا خدا کے بغیر اخلاقی طور پر اچھا ہونا ممکن ہے	مکرم مولانا لئیق احمد عاطف صاحب	دسمبر	14
73	نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے بچاتی ہے	مکرم عطاء الحی صاحب	دسمبر	17
74	دعوت۔ اللہ کی طرف اور اللہ کے راستے کی طرف	مکرم انصر رضا صاحب	دسمبر	19
75	نئے آنے والے مہاجرین کے لئے معلوماتی سیمینار	مکرم محمد اکرم یوسف صاحب	دسمبر	23
76	میرے پیارے چچا: مکرم شیخ منظور الحسن (مرحوم)	محترمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ	دسمبر	26

خدا تعالیٰ کی راہ میں دیا ہوا کس قدر بڑھتا ہے

”خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ (سورۃ البقرہ 262:2) وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی دانہ کھیت میں ڈالا جائے اور وہ دانہ سات بالیں نکالے اور ہر بال میں 100 دانہ ہو گویا ایک دانہ سے سات سوگنا پیدا ہوا۔ یہ ایک مثال ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ط (سورۃ البقرہ 262:2) اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھا کر دیتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے۔ خدا کی طرف سے دینے میں بخل تو تب ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی ہو۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ (سورۃ البقرہ 262:2) اللہ بڑی وسعت بڑی فراخی والا ہے۔ اور پھر اللہ علیم ہے وہ جانتا ہے کہ یہ شخص کس قدر انعام کا مستحق ہے۔ اگر کوئی کروڑوں گنے کا بھی مستحق ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس کے خرچ کئے ہوئے کو اس کے لئے بڑھا دے گا۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب زمیندار دانہ زمین میں ڈال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دیتا ہے تو جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا کیسے ممکن ہے کہ اس کا خرچ کیا ہوا ضائع جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے کا تو کم از کم سات سو ملتا ہے اور اس سے زیادہ کی کچھ حد بندی ہی نہیں۔ اگر انتہائی حد مقررہ کر دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی محدود ماننا پڑتا۔ جو خدا تعالیٰ میں ایک نقص ہوتا۔ اس لئے فرمایا کہ تم خدا کی راہ میں ایک دانہ خرچ کرو گے تو کم از کم سات سو دانہ ملے گا۔ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جتنا بھی مل جائے تو خوب یاد رکھو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضائع کرنا نہیں بلکہ بڑھانا ہے۔“

(ارشاد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ یکم جون 2013ء، صفحہ 3)

اعلاناتِ برائے دعائے مغفرت

احباب جماعت سے گزارش ہے کہ گزٹ میں شائع کروانے کے لئے اعلانات جلد از جلد لکھ کر بھجوایا کریں۔نیز اعلانات مختصر مگر جامع اور مکمل ہوں۔براہِ کرم اپنا مکمل پتہ اور ٹیلی فون نمبر یا سیل نمبر ضرور لکھیں۔

مکرم فضل کریم صاحب

10/ نومبر 2024ء کو مکرم فضل کریم صاحب وان جماعت، حلقہ میپل ول 78 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

11/ اکتوبر 2024ء کو ایوان طاہر میں چار بجے مرحوم کا چہرہ دکھایا گیا۔احباب جماعت نے مرحوم کے اعزاواقارب سے تعزیت کی ۔مسجد بیت الاسلام میں مغرب اورعشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مرحوم کی خدمات کا مختصر ذکر خیرفرمایااور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اور اگلے روز 15/اکتوبر کو بارہ بجے سینٹ پال قبرستان پائن ویلی میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے ہی دعاکرائی ۔جنازہ اور تدفین میں احباب جماعت شریک ہوئے۔

مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار اورمخلص احمدی تھے ۔ ایام علالت میں نماز کا باقاعدہ اہتمام کرتے۔

حیدرآباد سندھ میں مختلف عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے حفاظتی دستوں کے ساتھ حیدرآباد سے کراچی یانواب شاہ تک میں شامل رہے ۔ خلافت کے ساتھ اخلاص اوروفا کا تعلق تھا۔ماشاء اللہ سب بچے سعادت مند اور خدمت گزارہیں۔مکرم عامراحمد صاحب کے ہاں قیام پذیر تھے ۔ انہوں نے اپنے والد کی بہت خدمت کی۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے جزیل عطافرمائے۔

پسماندگان میں بیوہ محترمہ بشریٰ اخترصاحبہ، تین بیٹے مکرم عامراحمد صاحب وان ، مکرم عبدالعلی بابر صاحب یوکے ، مکرم عمران احمد صاحب جرمنی اور تین بیٹیاں محترمہ شہلہ ناز صاحبہ پیس ویلج ، محترمہ فرح ناز صاحبہ جرمنی ، محترمہ سمیراناز صاحبہ پاکستان یادگارچھوڑی ہیں۔

مکرم اسحاق احمد ورک صاحب

10/ نومبر 2024ء کو مکرم اسحاق احمد ورک صاحب آف سینٹ کیتھرائن 69 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

12/ نومبر 2024ء کو احمدیہ فیونرل ہوم مسس ساگا میں ایک بجے مرحوم کا چہرہ دکھایا گیا۔ احباب جماعت نے مرحوم کے اعزاواقارب سے تعزیت کی ۔مسجد بیت الحمد میں نمازظہر کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈانے مرحوم کا مختصر ذکرخیر کیااور مکرم امیر صاحب نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔تین بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے ہی دعاکرائی ۔ جنازے اورتدفین کے مواقع پر دوستوں اور اعزاواقارب نے شرکت کی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے ۔ نیک ، صالح ، مسجد میں باقاعدگی سے نماز اداکرتے تھے ۔ ان کے والدمحترم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔نرم دل، نرم خو، مہمان نواز، ہمدرد وخیرخواہ اورمخلص احمدی تھے۔بچوں کے دل میں خلافت سے محبت اور اطاعت کاجذبہ پیدا کیا۔خلافت کے ساتھ اخلاص اوروفا کا تعلق تھا۔مرحوم کی جیون ساتھی محترمہ کلثوم اسحاق ورک صاحبہ اور ان کے بچوں نے بیماری کے ایام میں ان کی غیرمعمولی خدمت کی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطافرمائے۔

پسماندگان میں بیوہ محترمہ کلثوم اسحاق ورک صاحبہ، تین بیٹے مکرم محمد یحیٰ طاہر صاحب ، مکرم سلمان احمد ورک صاحب سینٹ کیتھرائن ، مکرم لقمان احمد ورک صاحب پاکستان ، تین بیٹیاں محترمہ فائزہ اسحاق صاحبہ وان ، محترمہ آمنہ اسحاق صاحبہ بریمپٹن ، محترمہ عائشہ اسحاق صاحبہ پاکستان ، دو بھائی مکرم مقصود احمدورک صاحب ہملٹن، مکرم مختاراحمدورک صاحب ہملٹن ماؤنٹین اور ایک ہمشیرہ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ پاکستان یادگار چھوڑی ہیں ۔مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ وان کے چچا تھے۔

مکرم محمد اعظم صاحب

6/ نومبر 2024ء کو مکرم محمد اعظم صاحب مسس ساگاجماعت، حلقہ مسس ساگاایسٹ 47 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

15/ نومبر 2024ء کو احمدیہ فیونرل ہوم مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مرحوم کا چہرہ دکھایا گیا۔ احباب جماعت نے مرحوم کے اعزاواقارب سے تعزیت کی۔مسجد بیت الحمد میں نماز جمعہ کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈانے مرحوم کا مختصر ذکر خیر کیا اور مکرم امیر صاحب نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ان کی تدفین پاکستان میں ہوئی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک، صالح اور ہمدرد

وخیرخواہ تھے ۔ ایامِ علالت میں صبروتحمل کا دامن نہیں چھوڑا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے ۔ خلافت کے ساتھ تعلق تھا۔مرحوم کی جیون ساتھی محترمہ ثروت جہاں صاحبہ نے بیماری کے ایام میں ان کی غیر معمولی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطافرمائے۔

پسماندگان میں بیوہ محترمہ ثروت جہاں صاحبہ مسس ساگا اور ایک بیٹی محترمہ نائلہ ندیم صاحبہ نیدرلینڈ یادگار چھوڑی ہیں۔

مکرم شبیر احمد لودھی صاحب

8/ نومبر 2024ء کو مکرم شبیر احمد لودھی صاحب بریمپٹن ویسٹ، حلقہ پیل ویلج 62سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

15/ نومبر 2024ء کو احمدیہ فیونرل ہوم مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مرحوم کا چہرہ دکھایا گیا۔ احباب جماعت نے مرحوم کے اعزاواقارب سے تعزیت کی۔مسجد بیت الحمد میں نماز جمعہ کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مرحوم کا مختصر ذکر خیر کیا اور مکرم امیر صاحب نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔تین بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم سہیل مبارک شرما صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے دعا کرائی ۔ جنازے اور تدفین کے مواقع پر دوستوں اور اعزاواقارب نے شرکت کی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے ۔ نیک ، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے ۔ ان کے دادا جان نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتے تھے ۔ ماشاء اللہ آپ کو مرید کے میں امام الصلوٰۃ ، صدر جماعت اور اپنے حلقہ بریمپٹن میں سیکرٹری اشاعت کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی ۔ملنسار، ہمدرد وخیرخواہ اور مخلص احمدی تھے ۔ بچوں کے دل میں خلافت سے محبت اور اطاعت کا جذبہ پیدا کیا۔ خلافت کے ساتھ اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔مرحوم کی جیون ساتھی محترمہ ام کلثوم صاحبہ اور ان کے بچوں نے بیماری کے ایام میں ان کی غیر معمولی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطافرمائے۔

پسماندگان میں بیوہ محترمہ ام کلثوم صاحبہ ، تین بیٹے مکرم فراز شبیر لودھی صاحب ، مکرم فرحان شبیر لودھی صاحب بریمپٹن ویسٹ ، مکرم فرخ شبیر لودھی صاحب مربی سلسلہ لائبیریا ، ایک بیٹی محترمہ فائزہ شبیر لودھی صاحبہ یوکے اور دو بہنیں محترمہ امۃ الہٰی بی صاحبہ ، محترمہ صفیہ بی بی صاحبہ پاکستان یادگار چھوڑی ہیں ۔جب کہ ان کی ایک بہن محترمہ بشریٰ بی بی صاحبہ کو 2014ء میں گوجرانوالہ میں شہادت نصیب ہوئی تھی۔

محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ

14/ نومبر 2024ء کو محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ثنا احمد صاحب ہملٹن ماؤنٹین جماعت 82سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

16/ نومبر 2024ء کو احمدیہ فیونرل ہوم مسس ساگا میں ایک بجے مرحومہ کا چہرہ دکھایا گیا۔ احباب جماعت نے مرحومہ کے اعزاواقارب سے تعزیت کی ۔مسجد بیت الحمد میں نماز ظہر کے بعد مرحومہ کا مختصر ذکر خیر کیا گیا اور مکرم آصف احمد خاں مجاہد صاحب مربی سلسلہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔تین بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم راشد احمد صاحب صدر جماعت ہملٹن مؤنٹین نے دعا کرائی ۔ جنازے اور تدفین کے مواقع پر دوستوں اور اعزاواقارب نے شرکت کی۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں ۔ نیک ، صالحہ ، صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں ۔قرآن کریم سے بے حد محبت تھی۔ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کریم کے کئی دور کرتی تھیں ۔متوکل علی اللہ ، یقین اور ایمان میں مثالی اور دعاگو خاتون تھیں جس کا سارے خاندان پر اچھا اثر تھا۔ خلافت کے ساتھ اخلاص کا تعلق تھا۔ان کے بچوں کو ان کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطافرمائے۔آمین!

پسماندگان میں شوہر مکرم ثنا احمد صاحب، دو بیٹے مکرم شاہد احمد صاحب ، مکرم زاہد احمد صاحب، دو بیٹیاں محترمہ شاہینہ جمشید صاحبہ اہلیہ مکرم جمشید نثار صاحب، محترمہ ثمینہ ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر محمود صاحب ہملٹن مؤنٹین یادگار چھوڑے ہیں۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کے جملہ لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے ۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین!

نماز کا التزام

”نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے تا کہ اوّلاً وہ ایک عادتِ راسخہ کی طرح قائم ہو۔ اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ انقطاع کُلّی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 11۔ ایڈیشن 1985ء)